

وَلَقَدْ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللَّهِ مُبْتَلِينَ وَرَأَيْنَا آيَاتِهِ

۱۳ تبلیغ شہادتہ ۱۳ فروری ۱۹۴۹ء



جلد ۱۸ شماره ۷

نشان مصلح موعود

تاریخ احمدیت میں ۲۰ فروری کا دن خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ۸۳ سال گذرے، اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو زیادہ مؤثر طریق پر ثابت کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ نے بمقام ہوشیار پور کالج تہائی میں چالیس روز لگاتار دعائیں کی۔ ان درد بھری دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑی بشارت اور ایک آسمانی نشان عطا فرمایا۔ بذریعہ الہام آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے ہاں خاص صفات کا حامل فرزند تولد ہوگا۔ جس کے ذریعہ آپ کے مقاصد کو تقویت پہنچے گی۔ آپ کی تمام مرادیں پوری ہوں گی۔ اس بابرکت دعوہ کے ذریعہ دین حق کی تبلیغ زمین کے کناروں تک پہنچنے کے سامان ہوں گے۔ اس عظیم نشان آسمانی بشارت کو حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ

تاریخ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء طبع کروا کر بکثرت شائع کر دیا۔ جس کی الہامی عبارت اسی پرچہ میں صفحہ اول پر دکھی گئی ہے۔ اس اشتہار کی شاعت پر ابھی تین سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ

تاریخ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء خدائی وعدہ کے موافق یہ فرزند ارجند پیدا ہو گیا۔ پیشگوئی کے مطابق وہ جلد جلد بڑھا۔ حتیٰ کہ آپ کے بعد مارچ ۱۹۱۲ء میں آپ کا دوسرا جانشین اور خلیفہ بنا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فرزند گرامی ارجند سے ہماری مراد سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ہی پیشگوئی

دریادہ مصلح موعود کے پورے مصداق تھے۔ مارچ ۱۹۱۲ء سے ۸ نومبر ۱۹۶۵ء تک نصف صدی سے زائد زمانہ میں جماعت احمدیہ کی ایسی کامیاب باہر قیادت کی کہ اپنے تو اپنے غیروں کو بھی

آپ کی خداداد قابلیت۔ غیر معمولی تنظیمی صلاحیت اور ہمہ جہتی تفویق کا اقرار کرتا پڑا۔

- آپ ہی کے روشن زمانہ خلافت میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مراکز ہندوستان سے نکل کر بیرونی ممالک میں قائم ہوئے۔ اور جماعت کو ان ممالک میں ایسی مقبولیت اور دوست حاصل ہوئی کہ جلد ہی یہ جماعت بین الاقوامی حیثیت کو پہنچ گئی۔

- اس عہد خوشتر میں مختلف بیرونی ممالک کے اندر صدہا مساجد کی تعمیر ہوئی جہاں پنج وقتہ نمازوں کے اوقات میں بذریعہ اذان توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدیہ کا اعلان ہوتا ہے۔ اور ان ملکوں کے ہزاروں باشندے حلقہ بگوش اسلام ہو کر صبح و شام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں۔

- دنیا کی مشہور زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کر کے ان ممالک کے باشندوں کو براہ راست اپنی زبان میں کلام اللہ کے پڑھنے اور اس کے سمجھنے کا موقعہ ہم پہنچانے کی ہم کا آغاز مصلح موعود کے مبارک دعوہ کے ذریعہ عمل میں آیا۔ اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

- سب سے بڑھ کر یہ کہ احباب جماعت کو دین کی خاطر ہر قسم کی مالی جانی اور وقت کی قربانی کرنے کی ایسی بے نظیر تربیت دی کہ آپ کی آواز پر لپیکہ کہتے ہوئے جاتے نے لاکھوں لاکھ روپیہ اپنے محبوب امام کے قدموں میں لا ڈالا تو سینکڑوں نوجوانوں نے خدمت دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر کے دور دراز ممالک کے سفر کو نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کام میں غیر معمولی برکت دی اور سید رُحوم کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ خدمت و اشاعت دین کا یہ کام بفضلہ تعالیٰ بدستور جاری ہے۔

اور مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مبارک ہاتھ سے لکھے گئے اس پرودے کی شاخیں آناں عالم میں پھیل رہی ہیں اور اس کے شیریں ثمرات سے سید رُحومیں ابدی زندگی حاصل کر رہی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مصلح موعود کی ۷۷ سالہ زندگی اور آپ کا ۵۲ سالہ زمانہ خلافت، خدمت و اشاعت اسلام ایسے ہی بے نظیر کارناموں سے پر ہے۔ ان میں سے ایک ایک کارنامہ حضرت مصلح موعود کی عظمت شان کے لئے آفتاب آمد دلیل آفتاب کا رنگ رکھتا ہے۔

اس واضح حقیقت کے باوجود بعض لوگ اپنی نادانی کے سبب سوال کرتے ہیں کہ "مصلح موعود کو مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اس قدر قریب زمانہ میں آنے کی کیا وجہ تھی؟ یعنی جماعت سے متعلق وہ کون سے اصلاحی امور تھے جن کی انجام دہی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے جلد بعد ہی اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کو کھڑا کر دیا؟

منجملہ دیگر مفصل جوابات کے اس سوال کا چند لفظوں میں ایک مختصر اور دو نکلی جواب تو یہی ہے کہ جماعت کی وحدت کو پارہ پارہ کر دینے کی نیت سے اٹھے والے منافقوں کی سرکوبی اور اس زمانہ میں ظاہر ہونے والے خوارج کو ان کے مذموم مقاصد میں ناکام و نامراد کر کے جماعت احمدیہ میں نظام خلافت کو مستحکم کر دینے کی غرض سے۔ چنانچہ مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دونوں کام نہایت درجہ خوش اسلوبی سے سر انجام پائے۔ خدا تعالیٰ نے ان دونوں قسم کے خطرناک فتنوں سے جماعت احمدیہ کو محفوظ فرمایا کہ خلافت حقہ احمدیہ کے زیر قیادت شاہراہ ترقی پر گامزن فرمادیا۔

بدلتی اور بدگمانی بہت بڑی بلا ہے۔ اسی نے ان لوگوں کے ایمانی پرودے کو برباد کیا۔ اسی پارٹی کے بعض افراد مالی معاملات میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی بدلتی کرنے سے باز نہ آئے۔ انہی لوگوں کے ذکر پر بطور تنبیہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

"بعض بد قسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے گنا مردار کی طرف..... مجھے دقتاً وقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے۔ مگر ذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مصلح کروں۔ کسی چھوٹے میں جو بڑے کے جائیں گے۔ اور کئی بڑے میں جو چھوٹے کے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے" (تذکرہ صفحہ ۲۹۶)

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک کشف کے ذریعہ بتایا گیا کہ آئندہ زمانہ میں مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت میں خوارج کی طرح مزاحم ہونے والے پیدا ہوں گے اور بالآخر وہ لوگ ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھیں گے۔ حضور نے تحریر فرمایا:-

"میں دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کریم اللہ وجہہ بن گیا ہوں..... اور ایسی صورت واقع ہے کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے۔ یعنی وہ گروہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے۔ اور اس میں فتنہ انداز ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس میں اور شفقت اور تودر سے مجھے فرماتے ہیں کہ یا علی ذاعظمرو انصارہم و زراعتہم۔ یعنی اے علی ان سے اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور ان کو چھوڑ دے۔ اور ان سے منہ پھیر لے اور میں نے پایا کہ اس فتنہ کے وقت جبر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو فرماتے ہیں اور اعراض کے لئے تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ہی حق پر ہے۔ مگر ان لوگوں سے ترک خطاب بہتر ہے" (تذکرہ صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸)

واقعات بتاتے ہیں کہ سیدنا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان لوگوں کی شرارتوں اور کج رویوں کے سبب متعدد بار آپ نے انہیں سرزنش کی اور تنبیہ فرمائی۔ اسی وجہ سے ان کے اخبار پیغام صلح کو حضور نے "پیغام جنگ" سے بھی یاد فرمایا۔

اسی طرح خلافت اور انجمن کی محکومی و حاکمیت کی در پردہ بخشش شروع کر رکھی تھیں۔ بلکہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام میں وفات سے ذرا پہلے دو منافقانہ ٹریکٹ شائع کر کے بیرونی جماعتوں کے نام پوسٹ کر دئے جن سے ان لوگوں کے مذموم ارادے اور خطرناک منصوبے طشت از بام ہو چکے تھے۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تو ان لوگوں کی طرف سے برملا طور پر خلافت سے انکار کر دیا گیا۔ حضرت مسیح موعود (باقی دیکھیں صفحہ ۱۴ پر)

اخبار احمدیہ

قادریان ۱۱ تبلیغ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث آئیۃ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ تبلیغ (فروری) کی رپورٹ منظر ہے کہ حضور انور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

ربوہ ۲ تبلیغ۔ حضرت سیدہ ام مظفر الہدیہ مدظلہا العالی کی عام طبیعت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے کی نسبت بہتر ہے لیکن بے صبری اور گھبراہٹ اب بھی ہوجاتی ہے احباب عارفانہ کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ مظفر کو اپنے فضل سے صحت کاملہ دعا جلد عطا فرمائے آمین۔

قادریان ۱۱ تبلیغ۔ محترم صاحبزادہ مرزا اوس احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع اہل دیال خیریت ہیں۔ الحمد للہ۔

مَظْهَرُ الْأَوَّلِ الْآخِرِ ظَهَرَ الْحَقُّ الْعَلَاءِ كَانَتْ لِلَّهِ تَزَاوُرُ السَّعَاءِ

کی پر معارف تفسیر

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے ۱۹۴۵ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک قادیان میں ایک اشکری دوست کے سوال پر مذکورہ بالا آیت کی پر استنباط ۲۰ فروری ۱۸۸۱ء میں مصلح موعود کے متعلق وارد ہوا ہے ایک نہایت ہی پر معارف اور ایمانی افزود تفسیر بیان فرمائی۔ اس کی آیت کے پیش نظر افادہ اجاب کی غرض سے ہم اس کا مکمل متن ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ (ایڈیٹور)

دنیائیں ہر کام کی ایک ابتداء ہوتی ہے اور ایک انتہائی ہوتی ہے۔

کی لگ ایسے ہوتے ہیں

ہر کام کی ابتداء کی کیفیت یہ ہے، مگر انہیں اس کام کی انتہاء دیکھنے کا موقع نہیں ملتا۔ وہ مظلہ الاول تو ہوتے ہیں لیکن مظلہ الآخر نہیں ہوتے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو انتہاء کے وقت تو آجاتے ہیں مگر ابتداء میں ان کا دخل نہیں ہوتا۔ گویا وہ مظلہ الآخر تو ہوتے ہیں مگر مظلہ الاول نہیں ہوتے۔ لیکن

مصلح موعود کے متعلق

اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ مظلہ الاول بھی ہوگا اور مظلہ الآخر بھی ہوگا۔ گویا ایک طرف سلسلہ کا ابتداء زمانہ اس کے دیکھا ہوا ہوگا۔ وہ مشکلات اور پریشانیوں پر آئیں۔ وہ قربانیاں ہو گویا کوئی کوئی نہیں ہوگا، وہ تکلیف ہو انہوں نے برداشت کی، یہ سب واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے ہوا گئے۔ یہ نہیں ہوگا کہ وہ ایسے زمانہ میں ظاہر ہو جب تکلیف کا زمانہ گزر جائے گا۔ مشکلات دور ہو جائیں گی اور

نماز تہنیت کو غلبہ تیسرا اجا سیر کیا

اس نے وہ وقت ہی دیکھا ہوگا جب تہنیت بھی ہو اور تہنیت کی حالت میں ہوگی۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ اسے لہجہ شکر کے وہ وقت ہی اس کی آنکھوں کے سامنے آئے گا جب تہنیت پھیل جائے گی اور اس نام دنیا پر غالب آجائے گا۔ پس وہ مظلہ الاول ہی ہوگا اور مظلہ الآخر بھی ہوگا۔

مظلہ الحق کے متعلق تو یہ جانتا ہوں اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی مظلہ الصلوٰۃ والسلام کے عبادت اور آپ کی آیات کے جس طرح کا اثر کر رہیں کریں گے اور آپ کے درجہ

کو کم کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایسی صورت میں وہ ان کا مقابلہ کرے گا۔ اور

عقائد حتمہ

کو جماعت میں قائم کر دے گا۔ پس مظلہ الحق میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے ذریعہ عقائد حتمہ قائم کئے جائیں گے۔ اور مظلہ الظلم میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عقائد حتمہ اس کے ذریعہ سے قلب میں راسخ کر دئے جائیں گے اور باوجود اس کے کہ بظاہر ان کا قائم اور راسخ ہونا بہت مشکل دکھائی دے گا، اللہ تعالیٰ اُسے کامیابی عطا فرمائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ عقائد حتمہ کو قائم کرنا کوئی آسان بات نہیں ہوتی، اس کے لئے

برہمی بھاری قسزبانیاں

کرنی پڑتی ہیں۔ جب لوگ سنتے ہیں کہ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ نبوت بند نہیں بلکہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی وحی والہام کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ یا جنازہ کا مسئلہ سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ غیروں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ یا یہ سنتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ غیر انبیاء کے پیچھے

نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ ان کو لڑکیاں دینی منح ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص ایسا کہے گا، وہ یقیناً ناکام ہوگا۔ کیونکہ ان عقائد کے ساتھ ساری دنیا سے لڑائی چھڑ جاتی ہے اور

خیال کیا جاتا ہے

کہ یہ عقائد دنیا میں پھیل ہی نہیں سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ذریعہ بتا دیا کہ ایک طرف تو وہ عقائد حتمہ قائم کرے گا جو پورے ہونے کے لازماً تلخ بھی ہوں گے۔ اور دوسری طرف وہ مظلہ العلیٰ ہوگا۔ یعنی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور جو باتیں منوانا چاہے گا وہ لوگوں سے منوالے گا۔ ہم دنیاویوں کو دیکھتے ہیں وہ ہمیشہ مسلمانوں کو اپنے ناقص لانے اور انہیں ہمارے خلاف اشتعال دلانے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ دیکھو یہ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ یہ تمہارے پیچھے نمازیں پڑھا حرام سمجھتے ہیں۔ یہ تمہیں لڑکیاں دینا ناجائز بتاتے ہیں۔ یہ تمہارے جنازے پڑھنے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ غرض ہر رنگ میں وہ انہیں ہمارے خلاف بولتا ہے اور اشتعال دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جب بھی کوئی شخص جماعت میں داخل ہوتا چاہتا ہے ادھر ہی آتا ہے ان کی طرف

تجدید تہنیت

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
کدوں گا دور اس تہ سے اندھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی!
فَسُبْحَانَ الَّذِي أَحْزَى الْأَعْرَابِي
بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
عدو جب بڑھ گیا مشرور وقتاں میں!
نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں!
ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی!
فَسُبْحَانَ الَّذِي أَحْزَى الْأَعْرَابِي

دور تہنیت

ایک دفعہ

ہیں ایک شخص اسے محمد یعقوب ان کا نام تھا۔ اور لاہوری غیر مبائین کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ انہوں نے نبوت اور کفر و اسلام وغیرہ مسائل پر بحث کرنی شروع کر دی۔ دوران گفتگو میں وہ بار بار جماعت کے ان دوستوں کی طرف جو اس وقت مجلس میں موجود تھے اشارہ کریں اور کہیں کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اتنا ایمان نہیں رکھتے جتنا میں ایمان رکھتا ہوں میں نے آپ کی کتابوں اور استہزاؤں وغیرہ کو خوب غور سے پڑھا ہے اور میں جانتا ہوں کہ نبوت اور کفر و اسلام وغیرہ مسائل کے بارے میں آپ کے عقائد درست نہیں ہیں۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکے تو میں نے ان سے کہا۔ میںاں حساباً اس میں مشکل بات کوئی ہے۔ لاہور میں وہ لوگ موجود ہیں جو یہی عقائد رکھتے ہیں۔ آپ جائیں اور ان کی بیعت کر لیں۔ وہ کہنے لگے۔ بیعت کرنی ہوگی تو میں کریں گے وہاں کیوں کریں۔ تو باوجود اس کے کہ ہم باتیں وہ کہتے ہیں جن کو ماننا بظاہر بڑا مشکل نظر آتا ہے۔ مگر لوگ چہر بھی ادھر ہی آتے ہیں ادھر نہیں جلتے۔

پس مظلہ حق میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایسے عقائد پیش کرے گا جو

الحق مسر کے ماتحت

بظاہر کڑے اور تکلیف دہ ہوں گے اور سمجھا یہ جائے گا، کہ اگر ہم نے ان عقائد کو مانا تو لوگ ہمارے مخالف ہو جائیں گے اور ہماری تکلیف پہلے سے بڑھ جائیں گی۔ لیکن باوجود اس کے کہ وہ باتیں ایسی پیش کرے گا جو غصہ دلانے والی اور جذبات کو بھڑکانے والی ہوں گی۔ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے

کامیابی عطا فرمائے گا

اور وہ مظلہ العلیٰ قرار پائے گا۔ گویا باوجود اس کے کہ اس کی باتیں بظاہر کڑی ہوں گی جیسے کہا جاتا ہے الحق مسر۔ سچی بات انسان کو کڑی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بھی لوگ اس کی کڑی چیز نہیں گے۔ دوسروں کے پیچھے شریعت کو اپنا منہ نہیں لگائیں گے۔ جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص

دنیا کی اصلاح کے لئے

کھڑا کیا جاتا ہے، خواہ وہ مامور ہو یا غیر مامور اور اسے کسی خاص مقصد اور مدعا کے لئے دنیا میں ظاہر کیا جائے تو قرآن حکیم کے محاورہ کے مطابق اس کا آن خود اللہ تعالیٰ کا آنا

نہیں جاتا۔

ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔
 فَأَنذَرْتُكُمْ يَوْمَ تَمُوتُ الْجَنَّةُ فِيهَا بُيُوتٌ تَصْرَفُ فِيهَا
 الْقَوْلُ عَنِ الْفَمِ فَخَرَّ عَلَيْكُمْ فِيهَا
 السَّخْفُ مِنْ قَوْلِهِمْ (النحل: ۲۷)
 جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص کھڑا
 کیا جاتا ہے تو اس کا مقابلہ ضرور ہوتا ہے۔
 مگر ایسے مقابلہ میں کوئی انسانی طاقت دشمن
 کو تباہ نہیں کر سکتی۔ ان کے قلعے مضبوط ہوتے
 ہیں اور وہ آسانی سے ان میں پناہ نہیں
 جاسکتے ہیں۔ پس جب قلعہ مضبوط ہو تو اس
 صورت میں قاعدہ بھی ہے کہ نیچے سے سرنگ
 لگا کر اس میں داخل ہونے کی کوشش کی جاتی
 ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

حق کے مقابلہ کے وقت

بظاہر دشمن یہ سمجھتا ہے کہ اس کا قلعہ فتح نہیں
 ہو سکتا۔ کوئی طاقت اس کی دیواروں کو توڑ نہیں
 سکتی۔ کوئی فوج اس کو شکست نہیں دے سکتی۔
 مگر جب وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے تو آتی
 اللہ بنسبیا فہم اللہ تعالیٰ بنیان (بنیان)
 میں سے نکل کر ان کے قلعہ کو پاش پاش
 کر دیتا اور ان مخالفین کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔
 پس

ظہر الحق والعلاء

میں جس امر کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اسے
 کائنات اللہ نزل من السماء میں زیادہ
 واضح کر دیا۔ اور بتا دیا کہ اس کی کامیابی
 معمولی نہیں ہوگی، بلکہ اس کے ذریعہ

کفر کی بنیاد

بالکل گرا دی جائے گی۔ گریا یہ الفاظ اس کی
 کامیابی کی تکمیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔
 اور بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ
 مل کر دشمن کی بنیادوں کو ہمیشہ کے لئے
 اکھڑ دے گا۔ یہ تو پیشگوئی کے ان الفاظ
 کے معنی ہیں۔ لیکن اگر ہم حقیقت کو دیکھیں تو

بعض پیشگوئیاں

ایسی ہوتی ہیں جو ان تمام لوگوں میں مشترک
 ہوتی ہیں جن کے سپرد اللہ تعالیٰ اصلاح عالم
 کا کام کرتا ہے۔ خواہ وہ انبیاء ہوں یا
 غیر انبیاء۔ اگر انبیاء ہوں گے تب بھی ان
 آیتوں کا نزول من السماء کا
 مصداق ہوگا۔ اور اگر غیر انبیاء ہوں گے لیکن
 اللہ تعالیٰ ان سے اصلاح کا کام خاص طور
 پر لینا چاہے گا تو ان کا آنا بھی کائنات اللہ
 نزل من السماء کا مصداق ہوگا۔ گویا
 انبیاء اور وہ سب لوگ جو ان انبیاء کے تابع
 ہو کر اصلاح نازل ہونے سے کھڑے ہوتے ہیں

ان سب پر یہ الفاظ استعمال ہو سکتے ہیں۔
 کیونکہ اگر وہ کھڑے ہوں اور اپنے کام میں
 کامیاب نہ ہوں تو دشمن کو

اعتراض کا موقع

مل سکتا ہے اور وہ غرض فوت ہو جاتی ہے
 جس کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں کھڑا کرتا ہے
 پس کائنات اللہ نزل من السماء کا
 ظہور ہر نبی یا اس کے خاص اشیاء کے
 زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔
 اگر اللہ تعالیٰ آسمان سے نہ اترے تو دلوں
 کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے۔
 اسی طرح ان الفاظ میں اس امر کی تردید
 بھی اشارہ ہے کہ اس زمانہ میں

اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان

لوگوں کے قلوب میں پیدا ہو جائے گا۔ شرک
 مٹ جائے گا۔ عقائد میں پختگی پیدا ہو جائے
 گی۔ اور اسلام کی صداقت پر کامل یقین اور
 ایمان انہیں حاصل ہو جائے گا۔

حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ نفس
 نقطہ سے کیا مراد ہے جس کا ذکر ۲۰ فروری
 ۱۹۷۵ء کے اشتہار میں ان الفاظ میں آیا
 ہے کہ "تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف
 اُٹھایا جائے گا" حضور نے فرمایا

نفسی نقطہ سے مراد

یہی ہے کہ اس کا تعلق خدا سے مضبوط ہوگا۔
 اور آخر وہ اپنے نفسی نقطہ کی طرف واپس
 چلا جائے گا۔ ان الفاظ میں وفات کی طرف
 اشارہ ہے۔

فرمایا۔ نفسی نقطہ کے الفاظ بڑھا کر بتایا
 گیا ہے کہ اس کی روح کو اللہ تعالیٰ سے خاص
 وابستگی ہوگی۔

نفس کا لفظ

قلب کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
 اور قلب اللہ تعالیٰ کے انوار اور اس کے
 جلال کا مہبط ہوتا ہے۔ درحقیقت

خدا تعالیٰ کے دو مقام ہیں

ایک مقام بلندی کی طرف ہے، اور دوسرا
 مقام وہ ہے جب وہ تہی اختیار کر کے
 انسانی قلب میں آجاتا ہے۔ جب تک انسان
 زندہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تہی اختیار کرتا
 اور اس کے قلب میں موجود رہتا ہے۔ لیکن
 جب اس کی وفات کا وقت آتا ہے تو اس
 وقت وہ عرش پر چلا جاتا ہے۔ جیسے رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہر وقت
 ان خدا رہتا تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ

میں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں

میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم ہوگا

از حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"میں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ
 قائم رہے گا۔ اور گو میں مر جاؤں گا۔ مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے
 جو آسمان پر ہو چکا ہے کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا۔ اور ہر شخص جو
 میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ خدا کے فضل سے ناکام رہے گا۔ . . . خدا نے مجھے اس
 مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مخالف مجھے کتنی ہی کالیوں دیں، مجھے کتنا ہی برا سمجھیں بہتر
 دنیا کی کسی ٹیڑھی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام اسلام کی تاریخ
 کے صفحات سے مٹا سکے۔ آج نہیں آج سے چالیس پچاس بلکہ سو سال کے بعد
 تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ میں نے جو کچھ کہا وہ صحیح کہا تھا یا غلط۔ میں
 بے شک اس وقت موجود نہیں ہوں گا۔ مگر جب اسلام اور اہل بیت کی
 اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مسلمان مورخ اس بات پر مجبور ہوگا کہ وہ اس
 تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے۔ اگر وہ میرے نام کو اس تاریخ سے کاٹ ڈالے گا تو
 اعدیت کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ کٹ جائے گا۔ ایک بہت بڑا غلط واقعہ
 ہو جائے گا جس کو پر کرنے والا کوئی نہیں ملے گا"

منقول از ماہنامہ "ماہنامہ" ریلوہ
 مجریہ دسمبر ۱۹۶۵ء

آیا کرتا تھا۔ مگر اب میں اس سے بچنے کے لئے
 جا رہا ہوں۔ تو نفسی نقطہ کے الفاظ میں
 دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں جو "ذاتی نقطہ" کی
 فکارت قلوب قوسین اور آدنی میں
 بیان کئے گئے ہیں۔

انسان کے لئے

دنوں پہلے ہوتا ہے اور تہی بعد میں پہلے
 لیکن

اللہ تعالیٰ کے لئے

تہی پہلے ہوتی ہے اور دنوں بعد میں پہلے
 وہ آسمان پر چلا جاتا ہے اور پھر اپنے بندے
 سے کہتا ہے کہ اب تم بھی میرے آجاؤ۔

(منقول از "مترجم" مجریہ اپریل ۱۹۶۴ء)

فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا
 اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔
 اگر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی مجلس میں وہ جلوہ نما نہیں ہوتا تھا تو یہ
 کس طرح کہا جاسکتا تھا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا
 اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا۔ مگر جب آپ کی وفات کا
 وقت آیا تو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے
 کہ بالرفیق الاصلیٰ۔ گویا اس وقت خدا اپنی
 شان بلند کے لحاظ سے عرش پر چلا گیا تھا اور
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کے
 ذریعہ بتا دیا کہ پہلے تو وہ مجھ سے ملنے کے لئے

تشریحات

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ

ان افاضات حضرت سیدنا مبارککم صاحباً مدظلہا العالی

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت طیبہ کی تدوین کے سلسلہ میں بعض معلومات کے حصول کے لئے خاکسار نے چند سوالات حضرت سیدنا مبارککم صاحبہ مدظلہ العالی کی خدمت میں بھیجے تھے۔ اس درخواست کے جواب میں مبارکم صاحب نے اپنے مقدس اور محبوب بھائی کی سیرت طیبہ کے چند حصے جسے لیکن ہے۔ لذیذ اوقات تمہیں فرما کر مجھ کو بھیجے۔ ان رشتہ مبارک کا تذکرہ ہو المسک ما کر تہہ یفتوح کے مصداق ایسی خوشبو ہے جس کی جہاں بھی ختم نہیں ہوتی۔ اس کتاب میں ان تبرکات سے استفادہ سے قبل ان کی اشاعت کی جذبہ کے ماتحت، (خاکسار ملک سیف الرحمن ربوہ)

کیونکہ اس وقت سے مطالعہ پر زور تھا۔ اور اکثر مسائل پر حدیث وغیرہ پر میرے چھوٹے ناموں جان سے گھر پر بھی باتیں ہوتی تھیں۔ ان کی توجہ علم دین کی طرف ہی رہی۔ مگر یہ نہیں کہ ہر وقت سگے ہی رہیں۔ نیز قرآن شریف عربی کی کتابیں لغت وغیرہ کتب حدیث اور ایک انجیل بھی ضرور رکھی رہتی تھی۔ اسی طرح شیعوں کے مراثی اور کتابیں مختلف مذاہب کی ہوں گی ضرور۔ مگر میں نے انجیل پڑھ کر دیکھی کچھ حصہ اور مرثیے پڑھے وہ یاد ہے۔ ایس اور میر بھی ان کے پاس تھے۔ کوئی خاص وقت پڑھائی کا بلکہ صرف بھی نہیں کرتے تھے اور اندر بھی پڑھتے ضرور تھے۔ مگر اتنا نہیں کہ دن رات جیسے لڑکے سر کھیاتے ہیں۔ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے فضل و کرم سے بڑھا دیا۔

اکثر اشوب، جسم بھی ہو جاتا۔ کمزوری سے حرارت بھی ہو جاتی تھی۔ قوی بدن نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پڑھائی کے لئے کبھی بھی نہیں کہا کہ غنت کرو وغیرہ۔ مگر ابتداء سے اپنی اپنی کتب قرآن مجید حدیث اور دیگر مذاہب کی کتابیں اور اس کے علاوہ کہانی قہصے بھی پڑھ لیتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی انگریزی ابتدائی کتابیں اور الف لیله بھی۔ مجھے بھی چھوٹی چھوٹی کہانیاں الف لیله کی بھی سنائی دیتے تھے۔ دیوان غالب وغیرہ اور آپ کے استاد (جن سے کچھ عرصہ اصلاحی تھی شاعری کے سلسلہ میں) جلال لکھنوی کے دیوان بھی آپ کے پاس تھے۔ میری ہوش میں بہت کم عمری سے میں نے بڑے بھائی (حضرت مصلح موعود) کا کمرہ الگ دیکھا جس میں کتابیں رکھی رہتی تھیں نیز پر۔ میں بھی وہاں جا پہنچتی تھی۔

س: گھر میں بچوں کا آپس میں کھیلنا، گھر کے بچوں سے آپ کا سلوک، مہلک ملاپ آپ زیادہ کس کا خیال رکھتے۔ بچوں کی کسی لڑائی جھگڑا میں (اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہو) آپ کا طرز عمل یا بیز بجاؤ کا انداز۔
ج: آپ گھر میں کھلتے تھے۔ اکثر وقت باکر جو صحن خالی ہو اس پر، گیند بلا وغیرہ اور اس کے علاوہ گھر کے باہر آپ کے مشاغل غیل سے نشانہ بازی کشتی چلانا، تیرنا وغیرہ تھے مٹی کے غلے بنانے میں ہم سب شریک ہو جاتے۔ مگر گھر میں نہیں چلاتے تھے۔ یہ کام باہر ہوتا تھا۔ گھر میں تو کبھی نشان لگا کر غیل چلا کر دیکھ لیا۔ اور اس سے ذرا بڑے ہوئے تو سواری سیکھی اور گھوڑے کی سواری کو بہت پسند کرتے تھے
آپ ہم بچوں سے بہت پیار کرنے والے بے حد خیال رکھنے والے تھے۔ مجھے تو خاص طور پر بہت محبت کی۔ بہت ناز اٹھائے کبھی

سورہ ہی تھیں۔ خادمہ نے اس کو جگایا اور کہا، اٹھو بی بی تمہارا بشیر آگیا۔ کیونکہ بشر اول کی وفات پر غالباً عصمت اس کو یاد کرتی ہوگی۔ اماں جان نے فرمایا کہ وہ اٹھ کر بجائے میری طرف آنے کے میرا بشیر آگیا کہتی ہوئی اپنی بڑی والدہ (والدہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب) کی طرف یعنی تائی صاحبہ کے گھر دوڑ گئی۔ اس کو اپنی بڑی والدہ سے بہت تعلق تھا۔ اور وہ اس کو بہت پیار کرتی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خوش کیوں نہ ہوں گے۔ وہ ہر پیدائش فرزند کو اللہ تعالیٰ کا نشانہ جانتے تھے۔ آپ کی ہر خوشی کا اصل رجوع اسی محبوب حقیقی کی جانب ہوتا تھا۔ ذاتی طور پر نہ آپ کی اپنے لئے کوئی خوشی تھی نہ غم۔
سوال: بچپن کے مختلف واقعات مثلاً قاعدہ اور سُران کیم شروع کرنے کے وقت کوئی تعریف، اُردو وغیرہ کا تعلیم، آپ کی پڑھائی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ۔ کبھی حضور نے بھی کوئی سبق پڑھایا ہو یا سنا ہو گھر پر پڑھائی کا کیا انداز تھا۔ ابتداء میں آپ کو کس قسم کی کتابوں کا شوق تھا؟

جواب: بسم اللہ وغیرہ کی کوئی تعریف میں نے نہیں سنی نہ دیکھی۔ اس میں بے شک ہم سب کی ہوئی اور بہت دھوم سے ہوئی۔ آپ نے شروع میں جہاں تکوین مجھے یاد ہے اکثر سنا ہوا (نام یاد نہیں آ رہا) اس وقت جنگالی صاحب تھے نیز ان کی اہلیہ صاحبہ کا دودھ میرے منجھلے بھائی صاحب نے پیا تھا۔ رینب بگم (مصیری عبدالرحمن) کے والد صاحبی تھے، مخلص تھے۔ ایک خط ان کا میرے پاس رکھا ہے۔ میرے میاں کو لکھا تھا۔ ایک بہت بڑی خواب۔ مگر نام ان کا بھول گئی اس وقت مگر اللہ کے ساتھ نام تھا۔ یاد ہی نہیں آ رہا۔ غالباً ان سے ہی ابتداء میں پڑھا۔ پھر سکون میں بھی اور اصل شوق سے جو پڑھنا شروع کیا تو حضرت عقیقہ اولیٰ سے جو قرآن شریف و حدیث پڑھنے لگے۔

آٹھ گھنٹی تو میرے بڑے بھائی صاحب کا صرف شانوں تک میرے تیکہ پر تھا۔ پہلے تو میں دیکھتی رہی دیکھتی رہی مگر جب وہ کھیت دور ہو گئی تو ڈر کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پکارا اور کہا میں نے اس طرح دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کشف تھا۔ ڈر نہیں بہت مبارک خواب اور کشف ہے۔

سوال: حضرت فضل عمر کی ولادت کے وقت کوئی روایت، مثلاً دائی کون تھی، اگر تھی کس نے دی۔ اذان کس نے کی۔ پیدائش کی خبر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تاثر عقیقہ اور نام رکھنے کے بارے میں حضور کا فرمان یا کوئی خاص ہمشورہ۔ اس تقریب کا کوئی واقعہ؟
جواب: جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت اماں جان کی زبانی۔ دائی کا نام ہرود دائی تھا۔ اذان بھی کان میں حضور خود دیتے تھے۔ اور غالباً شہد وغیرہ بھی خود چٹاتے ہوں گے۔ مگر اس کے لئے خاص الفاظ اماں جان کے مجھے یاد نہیں یہ علم ہے اور کئی بار فرمایا کہ میرے سب بچے نیچے کے کمرے میں پیدا ہوئے ہیں۔ بجز امہ الحفیظ کے۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور کے مقدمہ میں اکثر باہر رہتے تھے۔ اور پیلیگ کے بعد ہم لوگوں کو نیچے کا قیام نہیں رہا تھا۔

عقیقہ پر حضرت اماں جان فرماتی تھیں، آپ علاوہ کمرے کے اجاب کی دعوت بھی کرتے تھے۔ کیونکہ آپ اپنی اولاد کو نشان سمجھتے تھے۔ چلہ میں خادماؤں اور معتبر عورتوں کا پہرہ ضرور ہوتا تھا۔ جن کے جاگتے رہنے کا آپ خیال رکھتے۔ جاتے اور موسم کے مطابق ان کے لئے کھانے کو منگوائی وغیرہ رکھی جاتی۔ یہ پہرہ میں نے اپنی یاد میں امہ الحفیظ کی پیدائش پر دیکھا۔ آپ اشرفیت لاتے رات کو بھی دو تین دنہ اور سب کو جاگنے کی تاکید فرماتے اور پوچھتے کہ چائے پی وغیرہ۔
حضرت اماں جان نے فرمایا کہ جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہوئے تو عصمت (بیاری پن)

سوال: حضرت فضل عمر کی پیدائش سے پہلے حضرت ام المومنین یا حضرت علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کا کوئی خواب یا کشف؟
جواب: مجھ نے حضرت ام المومنین کو ایک خواب بیان فرماتے سنا ہے۔ بلکہ مجھے بھی مخاطب فرما کر سنایا ہے۔ دو چار بار۔ فرمایا:۔ جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہونے کو تھے تو ایام حمل میں میں نے خواب دیکھا کہ میری شادی مرزا نظام الدین سے ہو رہی ہے۔ اس خواب کا میرے دل پر مرزا نظام الدین کے اشد مخالف ہونے کی وجہ سے بہت برا اثر پڑا کہ دشمن سے شادی میں نے کیوں دیکھی؟ میں تین روز تک برابر غموم رہی۔ اور اکثر روتی رہتی۔ تمہارے آبا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے ذکر نہیں کیا۔ مگر جب آپ نے بہت اصرار کیا کہ بات کیا ہے؟ کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے بتانا چاہیے۔ تو میں نے ڈرتے ڈرتے یہ خواب بیان کیا۔ خواب سن کر تو آپ سے حد خوش ہو گئے اور فرمایا اتنا مبارک خواب اور اتنے دن تم نے مجھ سے چھپایا تمہارے ہاں لڑکا اچھل سے پیدا ہوگا۔ اور نظام الدین کے نام پر غور کرو، اس کا مطلب یہ نظام الدین نہیں تم نے اتنے دن تکلیف اٹھائی اور مجھے یہ بشارت نہیں سنائی۔

اپنا بچپن کا ایک خواب یاد آگیا۔ یاد رہا اور کچھ سال ہوئے میں نے لکھ بھی لیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا (میں خواب میں اوپر کے صحن میں کھڑی تھی) کہ ہمارے صحن کا کنواں لبالب پانی سے بھرا ہے اور ایک جیران تو عمر (سب کی پشت سے بڑے بھائی صاحب ہی معلوم ہوتے تھے) تیز تیز اس کنویں کے گرد گھوم رہا ہے۔ اور اس کی زبان پر اونچی آواز سے یہ الفاظ جاری ہیں۔ وہ آواز گونجتی ہے اور دو دو بار سے یہ آواز آرہی ہے۔
إِنِّي جَاعِلٌ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ
فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ

خفا ہونا یاد میں نہیں۔ ایک بار لڑکیوں کے ساتھ میں کھیل رہی تھی۔ لڑکیوں نے کوئی کھیل تالی بجانے والا کھیلا۔ میں بھی بجانے لگی تو مجھے کہا کہ یہ مگر تم نہ کبھی تالی بجانا۔ یہ لوگ بجایا کریں۔

مبارک سے بھی بہت پیار کا سلوک تھا۔ ایک خط میں حضرت سید موعود علیہ السلام نے میرے میاں کو لکھا ہے۔ مسعود اپنی والدہ سے بہت مانوس ہے اور مبارک سے بھی اب تک کھیلتا ہے ابھی بچہ ہی ہے۔ دوسرے بھائیوں سے بھی کبھی میں نے سختی کا سلوک یا جھگڑا نہیں دیکھا۔ منجھنے بھائی صاحب سے تو اکثر لمبی باتیں کرتے مگر ہر وقت اچھے موضوع پر میرے بھائی اور ماںوں مل کر باتیں کرتے تھے۔ کبھی فضول بات میں نہ نہیں سنی۔ کیونکہ جہاں یہ سب مل کر بیٹھتے ہیں ضرور جابجا ہنسی تھی۔ کئی بار انہیں کہتا تھا کہ

لڑکی وہ جو لڑکیوں میں کھیلتے نہ کہ لڑکوں میں ڈنڈ پیٹتے

مجھ سے بچپن سے بے تکلف رہے ہر بات مجھ سے کر لیتے۔ اور میں ہر بات جو نئی کشتی یا مسجد سے باہر ہوتی ان سے پوچھتی۔ میری کھل کر بات یا حضرت سید موعود علیہ السلام سے ہوتی تھی یا بڑے بھائی حضرت سید موعود سے۔ حضرت سید موعود بھی جانتے تھے کہ ہم دونوں کا آپس میں زیادہ پیار اور بے تکلفی ہے۔ اور آپسے بھی تین چار بار مجھے کہا کہ مگر کچھ چپ چپ ہے یہ کبھی اپنی حاجت نہیں ظاہر کرتا نہ مانگتا ہے۔ تم پوچھو تو سہی کہ کیا چاہیے۔ میں نے پوچھا اور آپ نے بتادیا۔ یہ میں کچھ چکی ہوں پہلے کبھی ایک بار بخاری کی سب جلدیں منگائے (پراسیڈنٹ) کیلئے کہا تھا۔ ایک بار سول اخبار جاری کر دینے کو۔ ایک دفعہ بھائی جان کو لاہور گئے زیادہ دن ہو گئے تھے۔ کہا میں ان کا لاہور زیادہ رہنا پسند نہیں کرتا بلو الیں۔

ہم لوگ لڑتے نہیں تھے۔ کم از کم بہنوں سے لڑنے کی تو قسم ہی ہمارے ہاں تھی۔ مبارک احمد اور میں چھوٹے تھے۔ نینوں بھائیوں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ آپس میں منجھنے بھائی چھوٹے بھائی کبھی کبھیوں سے لڑائی گویا بگ مصلحتی کیا کرتے تھے۔ یا چھوٹے بھائی صاحب کو منجھنے بھائی صاحب چڑھاتے تھے۔ وہ چڑھتے۔ مگر اس سے زیادہ ہرگز نہیں نہ مار نہ کٹا۔ ایک بار کوڑا چھپائی کیلئے ہوئے مبارک کی بیٹھ پر کوڑا زور سے مار دیا۔ وہ نازک سا بچہ تھا۔ رونے لگا۔ مجھے آج تک انہوں سے اپنی اس حرکت کا کار میں نے لگا کر حضرت سید موعود کو کہا کہ مبارک کو پھوٹے بھائی نے زور سے کوڑا مار دیا تو آپ چھوٹے بھائی پر بہت غصا ہونے لگے۔

اصل میں ہم دونوں آپس میں بہت نہ

تھے (مبارک اور میں) حضرت سید موعود اکثر ذلت تھے کہ دونوں بہت ایک دوسرے سے جڑے رہتے ہیں۔ دراصل نام ایک ہے صرف ایک ہے "ہ" کا ہی فرق ہے لہذا یہ بات تو ضمن میں آگئی مگر میں نے تو بڑے بھائی کو حضرت سید موعود کی مانند محبت کرنے والا پایا۔ ذرا بڑے ہو کر یہ محبت ایک دوستی کا رنگ بھی اختیار کر گئی۔ خاندانی ہر بات مثلاً شادی بیاہ میں ضرور مشورہ لیتے دور ہوتی تو ریسٹریٹڈ خط جاتے۔

میری شادی کے بعد اکثر قریباً روزانہ دارالسلام کا پھیرا ہوتا تھا۔ ہمارے زیادہ باہر رہنے کے ایام میں کوٹہ بھی آتے اور شملہ بھی۔ سفر کو کہیں جا رہے ہوتے تو ضرور سخت تاکید سے مجھے بلاتے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ ایک دفعہ تو اتنی سخت تاکیدیں آئیں پے در پے کہ مجھے شملہ چھوڑ کر شملہ سے قادیان آنا پڑا۔ اور آپ کے ساتھ منامی وغیرہ کا سفر کیا۔

مجھے یاد نہیں کہ کبھی کہیں جانے کی صلاح ہو رہی ہو اور مجھے یہ اصرار نہ کیا ہو کہ چلو۔ مجبوری کے سبب میں نہ جا سکتی یہ اور بات تھی۔ پھر بھی کئی سفر آپ کے ساتھ گئے۔

ایک دفعہ میں گاڑی میں حضرت اماں جان اور آپ سے مل کر دارالسلام جا رہی تھی ادھر کا راستہ رکا ہوا تھا میں نے کوچراں سے کہا کہ دوسری طرف سے (جس جگہ جداروں کے گھر تھے اور بٹالے سے آتے ہوئے قادیان میں داخلہ ادھر سے ہوتا تھا) گاڑی نکال لو۔ ایک صاحب تھے ماں کی دکان دہاں تھی۔ انہوں نے کہا یہاں سے گاڑی نہیں گذرنے دوں گا۔ نہ معلوم کیوں غصہ میں مجھے بیٹھتے تھے میں نے گاڑی پھروالی اور اُدھر جا کر دیکھا تو ابھی اماں جان بٹالے کے پاس آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ میری گاڑی ان صاحب (نام نہیں کہتی) نے گذر نہ نہیں دی اسی وقت کھڑے ہو گئے۔ غصہ سے آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ کہنے لگے کون روکنے والا ہے تمہاری گاڑی۔ مجھے ساتھ لے گئے اور دہاں سے ہی گاڑی گذرادی۔

س: ریشہ کی عمر کو پہنچنے کے دوران کا کوئی واقعہ مثلاً آپ کے مشاغل خصوصاً گھر کے اندر حضرت سید موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ کی مصروفیات گھر کے اندر اور باہر دینی کام کوئی خاص دینی کام آپ کے سپرد ہوا؟

ج: آپ مجھ سے آٹھ ہی سال بڑے تھے۔ اور مجھے اب تو بھولتا ہے۔ مگر اس وقت کی دو ڈھائی سال کی باتیں یاد ہیں۔ کئی دن ہمارے۔ میں نے ان کو دس سال کی عمر میں یا ۱۱ سال کی عمر میں گویا مثلاً آنکھ کھول کر دیکھا ہوگا۔ مگر میں نے حضرت بڑے بھائی صاحب کو باوجود کہ اس وقت وہ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ کبھی سب ریشہ کی جگہ نہ کرتیں کرتے

نہیں دیکھا۔ لڑکیاں شادی کے ذکر کو چھیڑتی تھیں کہ میاں کا بیاہ ہوگا (جب تک ہوئی چھوٹی عمر تھی تو شراستے تھے) زیادہ چھیڑنے پر ایک دفعہ بائیس سہری کالے کر پیچھے دوڑتے دیکھا اس غصہ میں کہ کیوں پیچھے چھیڑتی ہیں۔ اس وقت گھر میں بڑی لڑکیاں ان کی دودھ شریک نہیں یا ایک دو سیانی شریف لڑکیاں تھیں۔ جن میں ایک جو اب ضعیف بزرگ خاتون ہیں اصغری بیگم صاحبہ زندہ ہیں اہلیہ مدد خان صاحبہ مرحوم۔ عزیزان یعقوب الیاس داؤد وغیرہ کی والدہ ہیں۔ یہ لوگ وہ تھے جو ساتھ کھیلے ہم عمر تھے اور تمام زندگی آپ کی دیکھی مگر کبھی آگے پیچھے اشارہ کنایہ نہ اس وقت نہ اب تک کسی نے کوئی نازیبا بات آپ کے متعلق نہیں کہی۔ مفتری اور ابلیس ان کو بھی بہکا سکتے تھے۔ مگر یہ نوجوانی کی زندگی کے گواہ بفضل خدا ان کی نیکی کے ہی گن گاتے ہے۔

شادی کم عمری میں ہوئی آپ کے مشاغل پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ اسی طرح پڑھنا لکھ بیٹھ کر مسجد میں نماز کو جانا باقاعدہ۔ حضرت سید موعود علیہ السلام کا آپ سے میری زندگی میں سلوک ایسا ہی میں نے دیکھا جیسا ایک جوان قابل اور قابل اہتمام بیٹے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ دنیوی کام آپ نے ان سے کبھی نہیں لیا۔ حضرت خلیفہ اول کے پاس کسی کام یا دوا وغیرہ کے متعلق بات کرنے کو کہ دیا۔ وغیرہ۔ میں لکھ چکی ہوں۔ جب صدر انجن اہویہ بن رہی تھی ان دنوں آپ سے پوچھتے تھے کہ کیا بات ہو رہی ہے کئی کے متعلق اور مہرفراہ اس وقت نہ ہوں مگر آپ باہر آتے جاتے اور حضرت سید موعود سے بات کرتے تھے۔ دیکھتے آپ بے تکلف ہو کر ہم لوگوں کی طرح آپ سے بات نہیں کرتے تھے۔ یعنی جب سے مجھے یاد ہے جب رات کو حضرت سید موعود باتیں کرتے کوئی واقعہ کوئی پرانا ذکر کوئی بزرگوں کی روایت سناتے تو ہم سب کے ساتھ اکثر آپ بھی ہوتے تھے۔ کھانا بھی اکثر ساتھ کھاتے تھے۔ مگر اب یہ عمر تھی کہ بہت ادب اور ادب باوقار کے ساتھ آپ کی گفتگو یا سامنے آکر کام وغیرہ کا بتانا ہوتا تھا۔ غرض دنیوی کام کوئی سپرد نہیں ہوا۔ ایک باخ حضرت اماں جان بٹالے کے نام تھا وہ بھی ادب کچھ زمین وغیرہ پر تھی نانا جان کچھ بھال کر لیتے تھے۔ حضرت سید موعود نے تو کبھی پوچھا تک نہیں۔ ایک دفعہ حضرت نانا جان نے (جو رپورٹ ضرور دیتے تھے) ذکر میں فرمایا کہ مالی کی تنخواہ میں روپے ہے آپ نے فرمایا اچھا پہلے آٹھ آنے ہوتے تھے۔

اصل میں پہلے تو تین تین دنوں کی تنخواہ تو یا نہ ہوتی یا برائے نام مگر کھانا پینا اور دیگر ان کے اخراجات شادی بیاہ وغیرہ ان

کی ضروریات کے موقعوں پر سادہ گھر مل جاتی تھی۔ ان کے سب کام مل جاتے تھے۔

س: خلافت اولیٰ کے انتخاب کے وقت اندرون خانہ کوئی صلاح مشورہ کیا خاص واقعہ؟

ج: خلافت اولیٰ کے انتخاب کے وقت آپ باہر سے آئے اور حضرت اماں جان سے کہا کہ حضرت مولوی صاحب کے مشق سب کا خیال ہے آپ سے بھی مشورہ کو کہا ہے (شاید خواجہ صاحب کا نام یا تھا جہاں تک مجھے یاد ہے) آپ باتیں پھر شاید باہر سے بھی کوئی صاحب کیونکہ پردہ سے پیچھے کھڑے ہو کر ہی حضرت اماں جان نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب ہی مناسب ہیں۔

پھر بیعت ہو گئی۔ زمانہ میں حضرت اماں جان کے صحن میں ہی جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت اماں جان نے بیعت کی تھی۔ میں اس وقت نہ معلوم کیوں شراکتی حالانکہ حضرت سید موعود علیہ السلام کی بیعت شاید دو ڈھائی سو دفعہ تو کر چکی تھی۔ جب عورتوں کی بیعت ہوتی تھی منبر پر آپ کے پاس بیٹھ کر الفاظ بیعت تمام دہرایا کرتی تھی۔ اب تک آپ کی بیعت لیتے وقت کا بولنے کا طریق میرے ہاتھوں میں گونجتا ہے۔ خیر میں نے اس وقت بیعت نہیں کی پھر خیال ہی نہ رہا بہت نہیں کیوں یہی سمجھا بیعت ہی بیعت ہے۔ شاید رشتہ کے بعد میں نے میاں سے کہا کہ میں نے تو اب تک خاص بیعت حضرت خلیفہ اول کی کی ہی نہیں۔ تو انہوں نے جب خلیفہ اول نے تشریف لائے تو ان کو بتایا کہ انہوں نے بیعت نہیں کی ابھی بیعت لے لیں۔ حضرت خلیفہ اول نے بیعت لی۔ میں نے کہا مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا۔ کبھی بس کر چکی ہوں۔

خلافت اولیٰ کا ابتداء میں ہی کئی عناصر نے بعض تکرار میں جگہ پائی تھی جس کی وجہ انسان کے لئے مرضی جہلک "بدگمانی" اور مرض قاتل حسد (ناسخ) کے ہوا کچھ ہی نہ تھی۔ اندر ہی اندر بعض لوگ گویا خلیفہ کا انتخاب کر کے اور قیام خلافت پر اپنی منظوری کی ٹھہر لگا کر اور ہاتھ کھڑا بیٹھنے پر پختہ رہتے تھے۔ میری اپنی تھی رائے ہے کہ حضرت سید موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت ہی ایک اس خاص ریبود (یعنی حضرت خلیفہ آید الثانی) کی باتیں اور کام بجز اس کے کبھی کبھار زیادہ بیان لیا تھا کہ

اللہ سر شہزادہ ہوشیار ہندی سے تانتا ستارہ بلند دیا

اد فوراً اس سوچ اور پریشانی میں گرفتار ہو گئے کہ یہ بیعت نہیں اس کے تو آثار ہی کچھ اور ہیں اور حضرت مولوی صاحب کی خلافت تو چند روز پر ہی ختم ہوئی اور عاقبتاً کبھی

جاسکتی ہے۔ اگر وہیں ستارہ کی روشنی
اسی طرح بڑھتی گئی تو یہ مادہ تاہا بن کر ہم
سب کو اندک دوسے گا۔ یہ تو ہم بزرگوں
تجربہ کاروں پر ایک کاری ضرب ہوگی۔ ہم یہ
کیا کر بیٹھے ہیں؟ ان خیالات کے زیر اثر
چند ترکیزیں۔ پھر غور کیجئے بہانے دل بھلانے
کو سوچتے گئے۔ جلوس کیا ہو گیا ایک بار بیت
ایک بزرگ کی کرلی آئندہ دیکھا جائے گا۔
مگر اچھی سے دیکھو تو بولنے جا بیٹیں۔ سو ان روزی
خیال کا اظہار بھی ہونے لگا۔ اور بات
پھوٹنے لگی تو اندر ہی اندر کھلبلی سی برقع گئی
تک تک بات پہنچتی، پریشان ہوتے، دعائیں
کرتے۔ پیر سے میاں سے اکثر باتیں اسی
موضوع پر ہوتیں۔ آپ کو تو پتہ تھی کہ
جماعت میں فتنہ نہ ہو۔ سخت اضطراب تھا
کہ کوئی کپوٹ نہ چرسے۔ خلیفہ اول دن سے
آپ کو بہت زیادہ حجت تھی۔ اور خود
خلیفہ اول دن کو آپ سے گویا عشق تھا آپ
کو یہ دیکھ بھی ہوتا کہ خلیفہ المسیح کی زندگی میں
آئینہ کا ذکر اور تیساریاں بات بھی کوئی کیوں
کرنا ہے۔

میں - خلیفہ وقت سے آپ کا تعلق،
ادب و خدمت۔
حج - آپ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہما کے
ساتھ بہت ادب بھی کرتے تھے۔ ادب سے
کلام کرتے تھے۔ حالانکہ آپ بہت تحت بچپن
سے کرتے آئے تھے۔ فرمانے تھے کہ کوئی اولادوں
کی وفات کے بعد یہ عبدالحی اور اولادیں
خدا تبار نے مجھے دی ہیں۔ مگر محمود مجھے
ان سب سے زیادہ پیار ہے۔ یہ بات میرے
سامنے کسی بار کی گئی ہے۔
اس بچپن کے پیار کے باوجود آپ
خلیفہ اول رضی اللہ عنہما کے سامنے بہت مودب ہوتے
تھے۔ آپ (خلیفہ اول رضی اللہ عنہما) کی وفات کے
بعد جیسے چند روز کے بعد ہی کہا کہ ایک دن
خلیفہ اول رضی اللہ عنہما نے کہا تھا کہ میرا کوئی ظاہری شہینہ
حضرت مسیح موعود کے خاندان سے نہ ہو سکا
تو میری نریش ہے کہ آپ کی وہ تمنا اب
پوری ہوگی اور امتہ النبی کیسے در خواست
رشتہ پیریوں۔ خیر پیر پھر آیا۔ پوری اور شادی
ہو گئی۔ امتہ النبی بہت جھانپنے والی بہت
تا بعد از یہی ثابت ہوئی۔ وفات تو غیبی
کی پائی تھی۔ اشارہ بات کا پاجانی تھی۔
اشد اسے بجا دینے تھی۔
ایک خط میں لکھا ہے کہ میری سب
بیویوں میں امتہ النبی میری بہت تالہ اور بیوی
تھی۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔ اور وہ
مردم ہم سب سے، محبت اور حضرت
آماں جان رضی اللہ عنہما سے تو ہم سب سے بہت
قرنی تھیں۔ اور ان سے دور رہنے سے
خلیفہ اول رضی اللہ عنہما کی وفات بہت بڑھ گیا

وہ بوجہ دل پرانگ اور اس وقت فتنہ کا فکر
بس کی تھا جیسے آپ سب کے علم میں ہیں۔ وہ
دن اور رات اور اگلے دن جس طرح گزرے
اس کا بیان میں لانا مشکل ہے۔ بار بار کبھی بار
کبھی اندر دار السلام میں۔ یہی باتیں یہی فکر
اور یہی ذکر یہی تڑپ تھی کہ خلافت وہ جائے
کوئی بھی منتخب ہو جس کو چاہیں جن لیں۔
ہم سب بیعت کر لیں گے مگر یہ فتنہ نہ ڈالیں
کہ خلافت ہی نہ ہو۔

س - حضرت ام المومنین سے محبت، بہن
بھائیوں کی ولاری اور محبت، بچپن کے ساتھی
اور دوست، رحمان طبع۔
حج - حضرت آماں جان رضی اللہ عنہما سے بچپن سے
بہت مانوس تھے اور آپ کی عزت اور محبت
ہر وقت آپ کے آرام کا خیال حضرت مسیح موعود
کے دماغ کے بعد بہت بڑھ گیا تھا۔
ایک بار آماں جان بیمار ہوئے تو مجھے انک
نے جا کر کہا کہ میں بھی ایک دعا کرنا ہوں اور
تم بھی کرو اور کرتی رہو کہ اب آماں جان کو
ہم میں سے خدا تعالیٰ نے کسی کا غم نہ دکھائے
اور آماں جان کی زندگی میں برکت بخشنے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت
آماں جان سے فرمایا تھا کہ تم میرا امتحان تمہارے
اور بولسکے۔ یہ مبارک کی وفات سے پہلے
کہا تھا۔ یہ بات حضرت آماں جان رضی اللہ عنہما سے سنی
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے
وقت آپ نے فرمایا تھا کہ میں امتحان تھے۔ وہ
بڑھکے ایک بات ہے۔ اس وقت جب مجھے یہ
بات بتائی تھی (سامان سفر تیار کرنا تھا۔
یہ لاہور سے سفر واپسی حضرت مسیح موعود علیہ
کے دماغ کے وقت کا ذکر ہے) تو مجھے ہمیشہ
چھوٹے بھائی کا بہت فکر رہتا تھا۔ مگر کبھی باوجود
دونوں ماموں جان اور میرے میاں کی وفات
کے جب پارٹیشن ہوئی تو قادیان چھوڑنا پڑا
اس وقت آماں جان کی تڑپ اور مدد دیکھ
کر مجھے خیال آیا کہ تیسرا امتحان یہ تھا
حضرت بڑے بھائی صاحب جب پاس آئے
تو کہتی تھیں میاں دیکھو مجھے قادیان ضرور پہنچانا
بہشتی مقبرہ میں۔ بڑے بھائی صاحب کی آنکھیں
تر ہو جائیں اور گھر سے نکل جاتے۔ یہ حالت یہ
تڑپ دیکھ کر۔

بہن بھائیوں کی ولاری تو کرتے ہی تھے
بہن بھائیوں کی اولاد سے بہت پیار اور محبت
کا سونک ہمیشہ کیا۔ اپنے بچوں کے لئے تو
کچھ لحاظ اور شرم بھی پہلے ہیں کہ آماں جان کے
سامنے گود میں لینا یا رکھنا اسی میں شرم
جسوس کرتے مگر امتہ السلام سہا سہا بھائی
کی بڑی خاطر سے بہت پیار کرتے۔ بھائی
انک سے شرم کے بارے بات نہ کرتے تھے
مگر حضرت بڑے بھائی صاحب نے بہت ہی
ان سے لاڈ پیار کا سلوک رکھا۔ اس وقت

سلام کی تکلیف سن کر برہنہ نہیں کر سکتے
تھے۔ کسی نے افواہ سنائی کہ مزار شہید احمد
اور شادی کرنا چاہتے ہیں۔ سخت غصہ آیا۔
کھینٹے گئے مجھے رات بھر فزید نہیں آسکی۔ رشید
سے کہہ دو کہ سلام بے وارث نہیں ہیں۔ یہ
شادی میں نے اپنے بڑے بھائی حضرت مزار
سلطان احمد صاحب کے اصرار پر ان کی خاطر کی
تھی۔ یہاں بشیر کا تو دخل بھی نہ تھا۔ یہ سلام
کو تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا۔ وغیرہ۔ تو عمری
یا بچپن کے دوست مجھے ایک نوڈا کٹر تال رضی
یاد ہیں۔ ان کی اور دوسرے ایک دو دوستوں
کی دن کے آنے پر دعوت کرنا بھی یاد ہے
بہر ساتھ کہیں نہ لے اور کشتی وغیرہ جلا
تھے وقت ساتھ والوں میں چڑھ کر جہازوں
بھائی اور غائبانہ غلام حسین ہنگر مانے والے
کے لڑکے بھی ہوتے تھے۔ جن کی والدہ حضرت
منجھنے بھائی کی کھلانے والی تھی۔

باتیں لکھنے سبھی تو لمبی ہو گئی ہیں اکثر باتیں
میں کچھ بھی چکی ہوں گی۔ ایک اور بات یاد آئی
حضرت آماں جان رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد لوگ حضرت
آماں جان کا تبرک بہت مانگتے تھے۔ چند دن
وفات پر گزرے تھے۔ ہم نے کہا کہ آماں جان
نے اس سال استے کپڑے لوگوں میں تقسیم کئے
کہ بہت کم رہ گئے ہیں۔ ہم نے بھی اپنے اور
بچوں کے لئے نشانی رکھنی ہے کیا کریں فرمایا
حضرت آماں جان رضی اللہ عنہما کے وجود میں بھی خدا تعالیٰ
نے خاص برکت رکھی تھی اور بہت بابرکت بنایا
تھا۔ ان کو تبرک دینا ہے تو یہ ضرور نہیں کہ سارا
کپڑا ہی دیا جائے۔ آماں جان کی تمیز کی ایک
آستین، پاجامہ کا ایک پائینا۔ یا اس سے
چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی تبرک میں جو مانگیں
ان کو اس طرح تقسیم کر دو۔

اور آماں جان رضی اللہ عنہما کل سالان میں نے تمہارے
سپر دیکھا ہے بلکہ تم کو میں نے دے دیا ہے
تم سنبھالو اور جو چاہو کرو حضرت آماں جان
کے دو پیارے زیور طلائی تھے میں نے وہ جب
تقسیم کر کے بتلایا تو فرمایا یہ تو میں تم کو
دے چکا ہوں۔ میں نے کہا میں خود دے
رہی ہوں سب کے پاس ایک ایک چیز چاہیے
غرض جس طرح میں نے چاہا کپڑے زیور اور
تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو حضرت
آماں جان کے پاس باقی تھے سب میں تقسیم کئے
حضرت آماں جان رضی اللہ عنہما کے اعلیٰ عزیزوں
کا بھی خاص خیال رکھتے اور بہت ان کی
خاطر داری فرماتے جب دہلی جاتے بلایا
کرتے تھے۔ حیدرآباد دکن میں حضرت
آماں جان کے ننھیالی مہر تھے انہی بھائیوں
کو سمجھا کر ان کی دعوتیں قبول کیں اور زیادہ
دقت ان کی دعوتوں میں ہی صرف ہو گیا تھا
یہاں آماں جان رضی اللہ عنہما کے اعلیٰ عزیزوں سے
دقت پارٹیشن کے بعد بڑھ کر ہوئی تھی۔

دست سب کی طرح امداد کرتے رہے
ایک دفعہ حضرت سید عبد اللہ صاحب
کی بیگم نے قادیان میں آپ سے ذکر کیا کہ
ایک تقریب میں میں نے تبلیغ شروع کی۔ ایک
مہتر بیوی سے کوئی بات کرنے لگی کہ ہمارے
خلیفہ نے یہ فرمایا ہے۔ آپ کا نام لیا تو وہ
کھنکھن لگیں تو مجھے بتاتی ہو وہ تو میرا بچہ ہے
میرا محمود ہے میں کیا جانتی نہیں ہوں۔ آپ
میں سے اور فرمایا ہاں وہ تو میری نانی لگتی ہیں
ہم ان کو گوری نانی کہا کرتے تھے۔

رحمان طبع اصل تو دین تھا جس کی صفت
تھی کہ احمدیت تمام عالم میں پھیلے۔ اور اسلام
کا غلبہ ہو۔ ہر احمدی کی تکلیف کو اپنی تکلیف
جانتے تھے اور یہ بھی تڑپ ان میں سے
دیکھی کہ کسی طرح کچھ نہ ہوئے کھائی، جو
خلافت سے الگ ہو گئے ہیں ان کی اصلاح
ہو۔ جس روز حضرت میر حامد شاہ صاحب کا
بیعت خلافت کا خط آیا آماں جان رضی اللہ عنہما کے
پاس آئے اور کہا مبارک ہو آماں جان۔
میرا حامد شاہ نے بیعت کر لی اور پھر بیت اللہ
میں چلے گئے اور کافی دیر تک بسے بجا رہا کے
ساتھ شکرانہ کے نفل ادا فرمائے۔

ایک بات اور یاد آئی شاید کبھی پہلے لکھ
چکی ہوں گی یاد نہیں۔ ایک دفعہ قادیان کے
زمانہ میں میں نے بہت فضول باتیں تکلیف وہ
حضرت خلیفہ اول کے صاحبزادگان کی سن کر
تنگ آکر آپ کو لکھا کہ ان کی عادت پختہ ہو
رہی ہے اس لئے فتنہ کو روکنے کے لئے اب
ضرور آپ کو تنبیہ کرنا اور قدم اٹھانا چاہئے
اس پر آپ نے مجھے یہ جواب میں لکھا تھا کہ
اکبر بادشاہ کے پاس ان کے کوکا کی شکایات
پہنچی تھیں تو انہوں نے کہا تھا میرے اور
اس کے درمیان دودھ کا دریا بہتا ہے۔ تو
میرے اور ان کے درمیان تو سات دودھ کے
دریا بہتے ہیں۔ میں صبر کرنا چلا جاؤں گا طرح
دیتا رہوں گا جب تک ممکن ہو گا۔ یہ حضرت
خلیفہ اول رضی اللہ عنہما کی محبت اور حق استاد
وغیرہ کی طرف اشارہ تھا۔ ان لوگوں کی اکثر
باتیں رزور کر پہنچانے والی خود ایک حضرت
خلیفہ اول رضی اللہ عنہما کی نہایت خاص سید ہو گئیں
جو بہت نیک خالوں تھیں۔ خدا تعالیٰ نے ان
کے لڑکوں کو ہدایت بخشنے۔ وہ حضرت آماں جان
کی خدمت میں آکر رو دیا کرتی تھیں اور خود
مجھے بھی بہت دفعہ یہ دکھ سنا کے
دلائل سے سہا سہا میں آکر سب کو
تخفے دے تو صبر معمول آماں جان صاحب مرحوم
درم حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہما کے لئے بھی بڑا تھا
جو پہلے خرید لیا تھا آماں جان صاحب کی وفات
بعد میں ہوئی۔ فرمایا انی جی کے لئے جوڑا
میں لایا تھا وہ اب ان کی کبھی نہ دے رہا
خالیا میاں صاحبہ اور ان کے دل میں تو رہا تھا۔

ہمیشہ سفر سے آکر آماں جی کا تحفہ ضرور
موتا تھا۔ شاید یہی کبھی نغمہ ہوا ہو۔ بچوں پر
بھی ہمیشہ شفقت کی مگر جنہوں نے باپ کی آنکھیں
نہ دیکھی تھیں وہ دوسروں کے پھسلانے اور
محض بدظنیوں کے عذاب میں مبتلا ہو کر الگ
ہو گئے۔ میاں عبدالسلام مرحوم غنوں سے
دور ہی رہتے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے پیلے
ہی بلا کر بلوٹ بونے سے بچا لیا۔ کاش کہ ان
بچوں کو اپنے دادا محترم رضی اللہ عنہ کا زمانہ
باد بونا۔ اور خلافت کے چند ہی ماہ بعد جو خیر
آپ نے خلافت کے خلاف نہیں اونٹنہ دبانے
کے لئے آواز اٹھائی۔ سجد مبارک کی چھت پر
جس پر شوکت آواز سے وہ شبیر خدا گرج رہا
تھا۔ اور لوگوں کی چینیں نکل رہی تھیں۔ وہ
نظارہ نہ دیکھتے۔ وہ آواز جس طرح گویا آج
بھی ہم سن رہے ہیں کاش کہ یہ بھی سن
سکتے۔ اور دشمنان خلافت کے دورت جانی
نہ بنتے۔ الگ ہو کر چپکے ہی بیٹھ رہتے مگر
باپ کا زمانہ تو یاد رکھتے۔ خدا تعالیٰ اب
بھی ان کو راہ راست پر لے آئے۔ ہماری تو
دعا ہی رہتی ہے۔

ایک دفعہ میاں ستان کی خلافت کی خبر
آئی خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بیمار تھے
اور اخراج ان لوگوں کا ہو چکا تھا اس پر بھی
آپ نے کئی بار پوچھا کہ ستان کا اب کیا حال
ہے۔ اور کسی ذریعہ سے ان کی خیریت معلوم
کرنے کی تاکید کی۔ ان کی خلافت سے پریشانی
اس طرح تھی کہ دلی تعلق ظاہر ہوتا تھا۔ احد
افسوس کہ اس قلب ممانی کی قدر ان لوگوں
نے نہ جانی۔ انا اللہ اعلم بحالہ۔ حاجون
صوت۔ اپنی اولاد اور دوسرے عزیزوں
سے تعلق محبت اور تربیت کا انداز لکھا تھا
رج۔ آپ نے تمام بیٹے اپنی جانب سے
وقف صدقہ دل سے کئے اور سب کو اللہ تعالیٰ
کے قدموں میں ڈال دیا تھا اور یہ خواہش
تھی اور خیال رہتا تھا، میرے پاس بھی انہما
کیا دو تین بار کہ اول خواہش میری یہی ہے
کہ لڑکیاں بھی واقف زندگی کو دوں۔ اس
کے ساتھ یہ بھی خواہش تھی اور پسند بھی تھا
کہ جہاں تک ممکن ہو رشتے مل سکیں تو فاضل
ہیں شادیاں ہوں۔ فرماتے تھے اس طرح
حضرت مسیح موعود کی ہر دو جانب کے لئے
کی ہوئی دعائیں بچوں کو حاصل ہونگی۔

سندھ کے ذکر پر ایک دفعہ مجھے کہا
کہ میں نے زمین خریدنے اور جاہلاد کو نذر فرماتے
کا اب جو کام شروع کیا ہے یہ اپنے لئے
نہیں بلکہ میری نیت یہ ہے کہ زمانہ بدل رہا
ہے۔ رہائش کے سبب بدتر ہو رہا ہے۔ یہ
گرونی وان بدن زیادہ ہوتی نظر آتی ہے۔
زچہ نکو سب لڑکوں کو وہاں کیا ہے۔ ایسا

نہ ہو کہ کبھی تنگی ان کے دلوں میں دنیا کی
رغبت پیدا کرے۔ اور ان میں سے کوئی بھی یہ
نہ سوچے کہ ہمیں تنگی میں ڈال دیا ہے۔ ان کی
اوسط درجہ کی خوشحال زندگی ان کو حاصل رہے
یہ کبھی لوگوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو مقابلت
تنگدست محسوس کر کے خدا نہ کرے ابتلا میں
نہ پڑ جائیں

پیلے پہلے شادی شدہ بچوں کو آپ نے
محض اتنا خرچ دیا کہ مشکل سے گزارا ہو سکے
جب آزما لیا کہ نفع نہ لائے یہ ہر حال میں
شکر گزار ہیں اور کبھی شکایت نہیں کی تو بچے
ہونے پر ان کے طرح بڑھاتے رہے۔ اور
زیگی بہاریوں وغیرہ پر بھی اخراجات امداد
خونہ کئے۔ اور دیگر کوئی کام کرنے کی بھی مدت
دیر کے بعد اور آزمائش کے بعد اجازت دی گئی
اس شرط سے کہ سلسلہ کے کاموں پر اور بھی آزمائش
نہ ہو۔ فارغ وقت میں یا کسی سے کام لے کر
کچھ کام کر سکتے ہیں۔ یہ بھی مجھے علم ہوا تھا
اور آپ کی زبانی بھی سنا تھا کہ دوسرا کام کریں
مگر اول اپنا کام جو اصل ہے مقدم سمجھیں یہ
شرط ہے۔

منصورہ بیگم میری لڑکی سے بھی چھین میں
بہت محبت کی۔ بہت شفقت فرماتے تھے۔
منصورہ غالباً پندرہ سے تیس کی پیدائش کے
بعد بہت بیمار ہو گئی تھیں۔ اس کے بارے
میں ان کو بفرض علاج۔ ملی بھیجا اور تمام
خرچ اٹھایا۔ علاج لمبا چلا تو منصورہ بیگم کو
بہت احساس تھا کہ مایوں جانید بہت
بوجھ میری وجہ سے پڑ رہا ہے۔ انہوں نے
لکھا کہ آپ میرا خرچ میری وجہ سے پڑ رہا
ہے۔

.....
آئی ہے۔ تو ان کو لکھا تھا کہ تمہاری جان
زیادہ عزیز تھی وہ نہیں ہے۔ تم نزاروں
کا لکھتی ہو اگر ایک لاکھ بھی علاج خرچ
ہو جائے تمہاری صحت کی خاطر تو مجھے پروا
نہیں۔

ایک شیخو۔ گوردور اندیش باپ تھے
لڑکوں پر کڑی نظر رکھنے لڑکیوں پر بظاہر
زیادہ نرمی (قدرت لڑکوں کے اپنی آرزو کے
مطابق خادم دینے اور خدمت اسلام کے
لئے کربانہ سپاہی بنا رہنے کی آپ کو دلی
خوشن تھی۔ کسی لڑکے کے کام کی تعریف
کسی سے بھی سنتے تو خوش ہو جاتے جب
عزیزی ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث کو سنا
میں قید کیا گیا ہم تین باغ میں تھے۔ میں دیکھ
رہی تھی عزیزی ناصر احمد کو مٹی کے رخ میٹھے
تھے ان کا چہرہ عاف نظر آ رہا تھا۔ ایک
عجیب شان ایک عجیب نور ایک خاص رفتار
چہرہ بربر رہا تھا یہ نہیں معلوم ہوتا تھا

کہ یہ ناصر احمد ہی ہیں۔ وہی وقت بچائے نیک
ہونے کے معلوم ہوتا تھا کہ ایک خارج باؤٹا
نتیجہ عظیم کے بعد بڑی شان سے رداں سے
وہ چہرہ وہ نقشہ وہ خاص نور وہ شان دیکھ
کر تجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ محض قلبی اثر
نہیں دیکھی خوشی سے ہر قربانی کے لئے تیار
ہونے اور اطمینان قلب اور صبر و استقلال
کا ہی اثر نہیں۔ یہ صرف اس وقت تو ایک
خاص بات ظاہر ہو رہی ہے) اس میں
خدا تعالیٰ کا تصرف شل ہے۔ میں نے
اس کا ذکر بعد میں کیا کہ اس وقت ناصر احمد
پر ایک عجیب خاص نور اور ایک خاص شان
تھی۔ حیرت ہو رہی تھی کہ یہ اتنی درمیں بدلی
ہوئی ہستی نظر آ رہی ہے تو آپ اتنا خوش
ہونے کے بے اختیار کہا اچھا؛ اور خوشی
سے آپ کا برتور چہرہ چمکنے لگا تھا
رہائی کے متعلق ہم کو ابھی تک علم نہ تھا
کہ آپ کا نام مبارکباد کا میرے نام پیلے پہنچا
اس کے بعد باہر سے عزیزی ناصر احمد اور حضرت
چھوٹے بھائی صاحب کی آمد کا شور اٹھا
ایک واقعہ یاد آگیا عزیزی ناصر احمد کو
پیلے تران مجید حفظ کیا گیا تھا۔ دوسری
تعلیم برائے نام ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ ایک
دن حضرت اماں جان رنہ کے پاس محمد احمد
منصور احمد اور ناصر احمد تینوں بیٹھے تھے۔ میں
بھی۔ بچوں نے بات کی شاید حساب یا گریزی
ناصر احمد کو نہیں آتا ہمیں زیادہ آتا ہے
اتنے میں حضرت بھائی صاحب (حضرت
سید موعود) تشریف لائے۔ حضرت اماں جان
نے فرمایا کہ میاں تران تشریف تو ضرور حفظ
کر دو مگر دوسری بڑھائی کا بھی انتظام ساتھ
ساتھ ہو جائے۔ کہیں ناصر دوسرے بچوں سے
پچھ نہ رہ جائے۔ مجھے یہ فکر ہے۔ اس
پر جس طرح آپ مسکرائے تھے اور جو جواب
آپ نے حضرت اماں جان کو دیا تھا وہ
آج تک میرے کانوں میں گونجتا ہے فرمایا
اماں جان آپ اس کا فکر بالکل نہ کریں
ایک دن یہ سب سے آگے ہو گا اللہ رائے
اب سوچتی ہوں کہ کبھی ان کے منہ
کی بات خدا تعالیٰ نے پوری کر دی علم عام
بھی اور علم خاص دینی میں بھی اور اب بتائے
خلافت میں ان کا سب کے آگے کر دیا
میں۔ آپ کی ذاتی زندگی علمی و ادبی
لطائف۔ شعر و شاعری اور عام دلچسپیاں کس
نظم کی تھیں؟

ج۔۔ رات کو بہت دیر تک کام کرنا پھر
سونا۔ پھر ذرا دیر میں تہجد کے لئے اٹھنا گویا
رات جاگ کر ہی گزرتی۔ اس لئے آپ کو بید
نماز صبح سو جانے کی عادت تھی
مابعد کوئلہ میں رہائش کا زمانہ ۲۳

سے لے کر سوائے ایک سیر بہت لہار نہ
اکثر قادیان آجاتی تھی جنہوں نے حضرت
اماں جان رنہ کے پاس ہوتی تھی۔ مگر یہ بہت
خیال رکھتے تھے۔ کبھی کوئی خاص کھانا کھاتے
کبھی پھیل لا کر خود کھاتے۔ رات کو گونامیں
کام کھاتے کرتے اٹھ کر ذرا آرام کرنے
کو اٹھتے ہوں گے) ضرور اماں جان کے معن
میں آتے۔ مجھے اٹھاتے۔ کوئی پھیل کھاتا
آلو بھارا آرزو وغیرہ خود بھی کھاتے اور مجھے
بھی دیتے۔ کبھی ادھر کی باری ہوتی تو پورا اسے
کی دلوں کے پاس کھڑے ہو کر مجھے لپکارتے
اور اوپر سے پھیل بھانکتے

عطر اور خوشبو آپ کو پسند تھی۔ اکثر
سامان منگا کر خود تیار کرتے۔ جب میں آتی
خاص نمونے تیار کرتے اور پیلے بھی دکھاتے
اتنا عطر مجھے دیا ہے کہ میں خود تنگولنے
کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ مجھے بھی خوشبو پسند
ان کو بھی۔ ہفتے ہی عطر کا ذکر ضرور فرماتے
اور لاکر دیتے تھے۔

میرے میاں کی وفات کو ۵۔ ۶ روز
گزرے تھے۔ میں بیٹی ہوئی تھی لیکن پرن
حضرت اماں جان میرے پاس ہی تشریف
رکھتی تھیں۔ آپ آگے اور حسب عادت
جلدی سے عطر کی شیشی کھول کر مجھے لگا
دیا۔ حضرت اماں جان کھری لکھیں وہاں
یہ کیا کیا۔ عطر لگانا ان دنوں ٹھیک نہیں
رہتا (یام عادت) جس طرح انہوں نے
مجھے دکھا اور شہت پھیر کر جلدی سے کرے
سے باہر نکل گئے۔ وہ درد بھری لگا میں
نہیں بھول سکتی۔ پھر میں نہیں آئے
باہر سے ہی رخصت ہو گئے

میرا بیار بھائی رضائے رتبہ اور مقام
اور قرب الہی کی وجہ سے تو تھا ہی ایک
بندہ خاص۔ مگر بھائی ہونے کے لحاظ سے
بھی وہ ایک بیش بہا میرا تھا۔ جس کا
بدل نہیں۔

کئی بار مجھے کچھ وقت پیش آئی۔ پڑشیں
سے پیلے بھی اور بعد میں بھی جب اظہار کیا
خود شرم صدر سے بلا توقف مالی امداد
بھی کی۔ جب ان کا وقت رخصت قریب
آ گیا تو میرے حالات بھی بدی گئے ماحول
کہ اب کوئی ایسی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔
نکاح بھی سنایا کرتے اور ماننے پر ناز
لطیف خواہ بچوں کے تماشے ہوں ضرور میرے
سنانے کو جمع ہوتے۔ طبیعت میں مزاج
بھی تھا اور کاموں سے ٹھیک کر ہی دل بہلاوا
تھا۔ عطر وغیرہ کی باتیں کوئی لطیفہ اپنے
سفروں کے لطائف مجھے ضرور سناتے۔
یہ مجھ سے ایک چھپر تھی اور مذاق بھی کہ
آدھا لطیفہ یا ایک مسرکہ شعر کا سنا کر

عظیم المرتبت اقا کے حضور گہما گہمت

از سرگرم جو وھری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری ہشتی مقبرہ قادیان - دارالامان

فرماتے آگے میں بھول گیا۔ مجھے آدمی بات سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ مذاق پیر ساتھ ہیشہ رہا۔ پھر ذرا چڑا کر سنا دیتے تھے۔

ایک دو بار بے تکلفی میں دگستانی مطلب نہ تھا۔) میں نے آپ کے اشار سے ایک دو مصرعوں کا رد و بدل کر دیا کہ یوں ہوتا تو اچھا ہوتا۔ ذرا برا نہیں مانا فرماتے لگے اب تو چھپ گیا ہے۔ بہت شوق سے تجھے نے اشار سنا تے۔ ایک دفعہ تجھے پوچھا کہ تم کو کلام محمود میں سے کون سا شعر زیادہ پسند ہے (ایڈیشن اول تھا) میں نے کہا ہے

عشق گر ہوتا جو سبھی جینجو ہوتی تھی یار ہر سہرہ میں ہوتی کو بکھرتی اس پر ہوشی کا اظہار فرمایا

ایسا لہجہ یاد آگیا۔ ایک دن میں نے بتا دیا کہ منصورہ کہتی ہے کہ راموں جان (چھوٹے راموں جان) حضرت میر محمد اسحاق کی شادی پر یہ کیسا شعر کہہ دیا ہے کہ جہاں اسحق کی شادی ہوتی ہے آج آج لوگو معلوم ہوتا ہے۔ وہائی مل رہی ہے لوگو آؤ دوڑو۔ آج ہی اختیار سنیں۔ دے فرمایا خیر عوں گا بڑی شہر ہے۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ آپ کے اشار میں نے الفضل میں پڑھے یہ شعر ہے

ہم اہلین و جگہ کے جیران ہو جاتے ہیں مجھ و محمود جگہ کے جیران ہو جاتے ہیں اگر اس کے مطلع کی بجائے دوسرا تیسرا منبر بنا دیں اور اس کو یوں کر دیں تو اچھا معلوم ہوگا۔ جذبہ عشق نہیں دست جنوں کا محتاج خود بخود جاکر گرساں ہوتے جاتے ہیں اس پر فرمایا تھا کہ اب تو چھپ چکا ہے۔ میں نے کہا میں تو اس طرح ہی پڑھوں گی سے تو آپ کا ہی شعر۔ آپ نے اس تبدیلی کو پسند کیا تھا اسی طرح ایک دفعہ اور بھی فرمایا

وہ ناشائستہ ترین تھے۔ توجید کو مسموٹی سے پکڑنے والے۔ ان کا زندگی۔ ان کی موت۔ سب بچھڑا پنے مہلی کیلئے تباہ غصہ آتا غدا کا مول پر نشہ بہت بھلا جھلنے مگر فوراً نرم پڑتے۔ ان کا غصہ آدمی رنگ رکھتا تھا اس میں گہرائی بالکل نہیں تھی۔ دل کا حلیم اللہ تھا۔ اس نے اس لئے فرمایا تھا کہ آخر وہ کام کرے گا۔ کام لے گا تو غصہ بھی آسکا مگر یاد رکھنا کہ وہ دل کا حلیم ہوگا۔ مجھ پر تو ساری عمر میں ایک بار بھی خفا نہیں ہوئے۔ میں نے تو ان کو محبت کا چشمہ پایا۔ ہمیشہ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تابد فرماتا جائے اور ہر رتی کو ہم نے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حضور مبعوث ہو کر کے باہر ان کو تمام حکم کرے اور اپنا قرب و دریاہ عمل عطا فرما۔ (ابن ابی الفضل)

وہ مستحب روزگار ! وہ میدان تقریر کا بے مثل شہسوار وہ دیناے تحریر کا شہنشاہ ، وہ سرتاپا سن بے نظیر ، وہ نور تجسم ، وہ لاکھوں انسانوں کا محبوب آقا ، وہ مصلح قلوب و روحانیت ! وہ جس نے اکاون سال کا غویل تر عرصہ لاکھوں احمدیوں کے جیوں پر نہیں بلکہ دنوں پر حکومت کی۔ حکومت کی یہ میں نے کیا کہہ دیا۔ شاید یہ اظہار حقیقت سے کمتر درجہ کا اعتراف ہو۔ وہ تو لاکھوں دلوں کے اندر بسا ہوا تھا۔ رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ اس کی محبت گردش خون کے ساتھ ساتھ رگوں میں دوڑتی رہتی تھی۔ آہ ! وہ محبوب آقا آج ہم میں نہیں ہے۔ وہ چلا گیا اپنے خالق حقیقی کے پاس۔ محمد عربی سے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب میں۔ اس پر لاکھوں سلام صبح و شام۔

ہماری زندگیوں میں ایسا دردناک سانحہ کب گزرا تھا اور کب گزے گا جو ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو گز گیا۔ یہ تو ایک اعلیٰ تقدیر تھی کہ آخر ایک روز وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے والا تھا لیکن یہ کبھی تو ایک خدائی تقدیر ہی ہے کہ آج بھی ہر مجلس احمدی کے دل میں اس کی محبوب یاد موجود ہے۔ اپنے متعلق تو میں قسم کھا ہی سکتا ہوں لیکن میں حق الیقین کی بنا پر دو مرتبہ لاکھوں مجلس احمدیوں کے متعلق بھی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ اس محبوب کی یاد آتے ہی ان کے دل سوگوار ہوجاتے ہیں اور آنکھیں اشکبار۔ !

وہ یگانہ روزگار جس کی تعریف میں خالق ارض و سما نے سجد حسین و بلخ الفاظ استعمال فرمائے ہیں اس کی تعریف میں مجھ جیسا سچا سچا اور کمزور حقیقت ان بھلا کیا لکھ سکتا ہے۔ دیکھئے نا "اس کے ساتھ فضل ہے"

یہ خدا تعالیٰ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ جس کے متعلق خدا نے لم نزل خود یہ فرمائے کہ میرا فضل اس کے ساتھ ہے اس کے متعلق ان الفاظ سے بہتر الفاظ کون کس لغت سے تلاش کرے گا ! ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے" یہ سارے ذہن کا سر بیہوش ہے۔

نے خود اس محبوب و مقدس کو مقدس روح دی۔ سجد ایساں میرے تو قلم کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی ہے۔ دنیا جہان کے لغت ان الفاظ سے بہتر الفاظ پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہیں۔ ہم اگر زیادہ سے زیادہ کچھ کہنے کا حق رکھتے ہیں تو بس اسی قدر کہ اسے ہمارے خدا۔ ہم تیری ہی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تیری یہ عظیم شان پیشگوئی لفظ لفظ پوری ہوئی اور ہم نے خود اپنی آنکھوں سے اس مقدس وجود کے اندر تیری روح کو جلوہ فرما دیکھا۔ بلکہ اس نے تیری رفیع کو ہمارے اندر بھی ہمارے ظرف و دیان کے مطابق زندگی بھر نقشیم فرمایا۔

نور آتا ہے نور"

اس نور کی چکا چوند آج بھی تصورانی ٹیلیوژن کے ذریعہ سے ان خوش نصیب آنکھوں میں موجود ہے جنہوں نے اس دلنواز محبوب کو دیکھا ہے۔ اس نور کی چمکدار منگھٹادی کرنیں رنگ بوں کے ذریعہ سے دلوں میں اتر کر تسکین دہانی کا سامان بن دیا کرتی تھیں۔ اسے قاری ! آ میرے تصور کے ہم تصور ہو کر دیکھ ! وہ دیکھ نماز مغرب کے وقت سجد مبارک قادیان کی چھت پر مجلس علم و عرفان منعقد ہونے والے ہے سینکڑوں بیتاب و مستظر نگاہیں اس شامی دروازے کے پرے پر رہی ہوئی ہیں۔ پلٹے بغیر۔ بھیکے بغیر یہ تشنہ لبان اس ساقی چشمہ روحانیت کا راہ میں آنکھیں کھائے بیٹھے ہیں۔ وہ دیکھ پر دے کو خبیث ہوئی۔ وہ دیکھ بدریغ طلوع ہوا۔ نور آتا ہے نور۔ دیکھا تو نے ! مجلس کے ہر فرد کے پرسکون چہرے کو اب دیکھ۔ تو نے بیتاب نگاہیں دیکھی تھیں تو نے مچلتے ہوئے دلوں کو دیکھا تھا اب دیکھ ہر چہرے پر ایک تسکین بخش شادابی ہے۔ دیکھ لے خوش بخت انسان جی بھر کے دیکھ لے۔ درنہ۔ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کے بعد تیری اشکبار آنکھیں سارا ترسا کریں گی۔ تیرے دل میں درد کی میسیں ہمیشہ لہریں لے لے کر اٹھتی رہیں گی۔ ! وہ دیکھ مغرب کی نماز ختم ہوتے ہی چھوٹی چھوٹی چوبی چوبیاں پھینکیں۔ اور ۱۰ نومبر کو پروردہ بدریغ جلوہ افروز ہوا علم و عرفان کا چشمہ ابل پڑا۔ تشنہ لبوں نے ہر سانس دھانیت بھر بھر کے پینے شروع

کے۔ چشمہ ابلبارا۔ جس سے لباب بھرتے رہے تشنگی مستی رہی اور پیاس بجھتی ہی مجلس کے سینکڑوں افرادوں کو خاموش اور مسحور ہو کر بیٹھے ہیں کہ سانسوں کی آمد و شد تک معلوم نہیں ہوتی۔ صرف ایک آواز آرہی ہے اسی کی جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ

وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پر کیا جائے گا

خوش قسمت میں وہ لوگ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ان روحانی مجالس کا رنگ اور کیف و سرور دیکھا ہے۔ جنہوں نے اس مقدس محبوب کے دین مبارک سے علم و عرفان کھائے رنگارنگ چھڑتے دیکھے ہیں۔ ان حروف کا ناچیز راقم بھی ان میں سے ایک ہے بلکہ ناچیز کو یہ شرف بھی بجا اللہ حاصل ہے کہ میں ان بھولوں کو سمیٹ کر لایا کرتا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے تقسیم کون وہ نور تجسم جب مجلس علم و عرفان سے اٹھ کر تشریف لے جاتا تو عالم محسورات میں میں نے دلوں کی گہرائیوں سے نکلتی ہوئی ان آوازوں کو ہمیشہ سنا کہ برحق فرمایا تھا خدا نے عرش سے کہ

وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پر کیا جائے گا۔

دماغ سخت ترزد میں ہے اور قلم بجد مشکلی میں کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود یہ فرمایا ہے کہ وہ مصلح موعود ایسا ہوگا کہ

کان اللہ نزل من السماء (جسے خود اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اترایا) تو پھر ہمارے کہنے کو مانتی کیا رہ گیا۔ اس سے بڑھ کر کون کون گستاخ کوئی تعریف کرنے کا اپنے آپ کو اہل پا سکتا ہے۔ یہ مقام تو صرف آسمان و صفا تھا کہ وہ کا ہے۔ اٹھاؤ تو قافوس ! ڈرا لاؤ تو المنجد ! ! کیوں تو کوئی فرسنگ میں کسی میں ان سے زیادہ کوئی پر شوکت تقریبی الفاظ ؟ سجد نہیں !

میرا ایمان تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مامورین و مرسلین کے ذریعہ سے جو شکر فرماتا ہے وہ اس کے فرمانے کے وقت پوری ہو چکی ہوتی ہے۔ صرف ایک تاخر زما ہوتا ہے جو ان کے ظہور کے لئے مقدر ہے۔ یعنی مومن کا فرض یہ ہے کہ

ایمان لانے کے لئے پیشگوئی کے ظہور کا انتظار نہ کرے بلکہ اس کے مددور کے وقت ہی ایمان لے آئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمادیا وہ تو قصائے آسمان بن گیا۔ اور ایمان کی معراج یہی ہے کہ ظہور کے وقت کا انتظار نہ کیا جائے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ پیشگوئی ظہور کا انتظار کرنے والے کی زندگی میں پوری نہ ہو۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دین کی نصرت کے لئے اپنی جماعت کو قربانیوں کی تلغین فرماتے ہوئے کس لطیف انداز میں فرمایا ہے۔

بہشت میں اجر نصرت وادبندت آئی درہ قضاے آسمان انتہا میں بہ حالت شور ویدرا یعنی اسے احمدی! دین کی نصرت کر کے تو مفت میں اجرا پا جائے گا ورنہ جہان تک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا تعلق ہے وہ تو ہر گورے کی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور قضاے آسمانی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہماری جماعت جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان و یقین کے اعلیٰ مقام پر قائم تھی ظہور مصلح موعود سے منسلبی اس پیشگوئی پر ایمان لاکھی تھی اور اپنی قربانیوں کے معیار کو بلند کر رکھی تھی تاکہ پیشگوئی کے ظہور کے دن کو قریب تر لاسکے۔ اور اپنی زندگیوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کس شان سے پورا ہوتا ہے کہ وہ مصلح موعود

زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا

۱۹۶۷ء میں اس مقدس انسان نے دلوں کو حرارتِ ایمانی سے گرمادینے والے خطبات کے ذریعہ سے جب بجز ایک جدیدہ کا اجرا فرمایا تو جماعت کے حلقہ میں کئی جیبوں میں پڑے ہوئے نوٹ جماعت کے خزانہ میں جانے کے لئے بیٹائی سے پھر پھرانے لگے۔

میں نے "پانچ ہزاری حجاً بزرگ" نامی کتاب بار بار اپنے غیر احمدی اور غیر مسلم استاد کو پیش کر کے جب اس کی تفصیل بتائی تو وہ انگشت بندھا رہ گئے یہ کہہ کر کہ کیا واقعی تختہ زمیں پر کوئی ایسی جماعت بھی موجود ہے جس کی قربانیوں کا یہ معیار ہے؟ پھر لوں بھی مٹا کہ بعض نے حیرت کے ساتھ یہ نصرتی چاہی کہ کیا یہ اعداد و شمار حقیقی ہیں؟ اور جب انہیں بتایا گیا کہ یہ تحریک اب تیسرے دور میں سے گزر رہی ہے تو استعجاب سے ان کا آنکھوں کی پتیلیاں پھیل گئیں پھیلا رہیں۔

بشک یہ ایک کمال ہے کہ ہماری جماعت نے قربانیوں کے اعلیٰ مقام پر قائم ہونے کی توفیق پائی۔ اور الحمد للہ کہ سب سے زیادہ نصیب ہوا۔ لیکن اصل کمال تو ہمارے ہی تعلیم و تربیت اور مصلح موعود کے ہونے سے ہے۔ اپنی سحرانہ خطابت کے ذریعہ سے جماعت

کے قلوب کی کھینچوں میں حرارتِ ایمانی کو بچھلا دینے کے درجہ تک پہنچایا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایسے جس کے بھابھول نے اس کی قیمت صرف تیرہ آنے دکانی تھی زمین کے کناروں تک نہ صرف خود شہرت پائی بلکہ جماعت کی جڑیں بھی مضبوط کر دیں۔ آج ہم بڑے طعنان کے ساتھ جو یہ دعوائے کرتے ہیں کہ

جماعت احمدیہ پر سوز و غم نہیں ہوتا تو کجا یہ اسی مصلح موعود کا کارنامہ ہے جس نے اپنے انفا سے قدسیہ سے ایک کجمنشک بے مایہ (چڑیا) کو وہ تو انائی کجمنشک کہ وہ بازو پر جھپٹ پڑی۔ اور سچ

نوح ڈلے پر ہر شاہیں کے زریں تاج کے

کا ایمان افروز اور حیرت انگیز نظارہ نظر آنے لگا۔ اور ہندوستان کی چارہ یواری میں محدود جماعت دیکھنے ہی دیکھتے مسیحیانا محمود کے دم سے قوت و توانائی پا کر دنیا کے قریب تمام ممالک میں احمدیت کا جھنڈا لگانے میں کامیاب ہو گئی۔ اور ۱۴ مارچ ۱۹۶۷ء کو خزانہ صدائیں احمدیہ میں جو صرف

تیرہ آنے

کے سکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں اتنی برکت دی کہ وہ ایک گورڈر سالانہ بجٹ تک پہنچ گئے اور جماعت کے لاکھوں افراد عینی گواہ ہیں اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بہت شان و شوکت سے پورا ہوا کہ

"خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا"

اور یہ خدا تعالیٰ کے سایہ کی برکت ہی تو تھی کہ وہ پیشگوئی کے عین مطابق نہ صرف خود "صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت" ہوا بلکہ اس نے اپنی خدا داد قابلیتوں، آسمانی برکتوں، مستفقانہ و مرتبانیہ تدبیروں اور اپنی نیم شبی دعاؤں سے اپنی جماعت کو بھی صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت بنا دیا۔ اس کی بڑی ہی لطیف وضاحت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث علیہ السلام تعالیٰ بفرما: العزیز نے گزشتہ سال اپنے خطبہ جمعہ میں فرمائی تھی کہ جوں جوں جماعت اپنے معیار قربانی کو بلند کرتی چلی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ اسے کئی گنے اجرد بنا دیا کہ اور اسے معاشی و اقتصادی استحکام بخشا پھلا گیا۔ اس نے اپنی روحانی تاثیرات کے ذریعہ سے اور جماعت کے دلوں میں عظمت اسلام کا یقین راسخ کر کے فرسٹ نشینیوں کو اٹھایا اور انہیں عرش نشین بنا دیا۔

اسے ندیم! تو بوجھتا ہے کہ اس کا مرتبہ علم فضل کیا واقعی بلند مرتبت تھا؟ اور میں تجھے بتانا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ اس کے طرف کو خود اپنے ہاتھ سے علوم ظاہری و باطنی سے پر

کر دیا تھا تو اس میں کسی کلام کی گنجائش ہی کہاں رہ گئی۔ میں تجھے ایک عام فقیر سی مثال دیتا ہوں۔ کسی پنجابی شاعر نے اپنے محبوب کے متعلق کہا ہے

شع جانہ سے مان حسینا د

جہاں توں رہنا لنگہ چاند

یعنی وہ حسیناں جہاں جو اپنے حسن پیرازا ہوتے ہیں ان رہتوں سے اگر میرا محبوب گزر جائے تو ان حسینوں کا غرور و تکبر ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔

علامہ نیاز فتحپوری جن کے علمی و ادبی پایہ کا سارا ہندوستان معترف ہے وہ کسی بڑے بڑے عالم اور مفسر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اپنی زندگی بھر وہ سارے ہندوستان کے علماء پر سماعت ترین الفاظ میں تقدیر کرتے رہے۔ ان کی اپنی ایک امانتی جو درافتی ناقابل شکست تھی۔ لیکن جب انہوں نے میرے آقا حضرت مصلح موعود کی بے نظیر تصنیف "تفسیر کبیر" کو بلا استیجاب پڑھا تو پھر کمرہ گئے اور ان کی وہ امانت کی حفاظت وہ گزشتہ نصف صدی سے گورے تھے چور چور ہو کر رہ گئی۔ اور تفسیر کبیر سے متاثر ہو کر لکھا کہ

"حضرت کی تفسیر کبیر جلد سوم آجکل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی لگاؤ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شکر نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ نکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کا تفسیر علمی آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فراست آپ کا حسن استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔ اور تجھے انوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک اس سے بے خبر رہا"

(ملاحظت نیاز ص ۱۲۵)

اور پھر حضرت صاحبزادہ مرزا اسیم احمد صاحب کے نام اپنے ایک محبوب میں تحریر کی کہ

"تفسیر کبیر دیکھنے کی چیز نہیں

سرزبان بنانے کی چیز ہے"

(ملاحظت نیاز ص ۱۲۵)

یہی نہیں بلکہ کچھ مکتوبوں میں خاکسار سے آپ کبیر سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے علامہ نیاز صاحب نے یہاں تک فرما

دیا کہ

"کاش! میری زندگی اب سے شروع ہوتی"

میرے ہم نشین!

تو میرے وقتا شکر کے بارہ میں کیوں دریافت کر رہا ہے جبکہ میں نے ہی محبوب کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بر شوکت سندت دکھا رہا ہوں۔ لیکن چونکہ تیرا اصرار ہے کہ میں ذکر محبوب کے طور پر کچھ عرض کروں تو میں کہوں گا کہ اس لگانہ نظر کے ادھاف دکالات کا احاطہ مجھ جیسا حقیر و ناچیز اور بے علم انسان کس طرح کر سکتا ہے۔ مجھے تو صرف تریا ڈر دھ سال کا عمر ہے اس غظیم اقتدار و انسانی کے قدموں میں بحیثیت زرد و نیلی بیٹھے کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے جو کچھ دکھا وہ یہی تھا کہ کچھ نہ دیکھ سکا۔ میری آنکھیں تو اس نور کے شدت ظہور سے ہمیشہ چمک رہی تھیں اور پھر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ کوئی احمدی اس صاحب شکوہ کی آنکھیں کھول کر اس نور مجسم کو بھر لور لگا ہوں سے دیکھ سکتا تھا؟ پچاسا دکھائی میں مرعب اور مہا ہوا سا حضور کی پشت کی جانب بیٹھ کر حضور الوز کے کلمات طیبات نوٹ کرتا رہا۔ رحطبات بھی۔ تقاریر بھی۔ اور مجلس علم و عرفان کی ڈائری بھی) چیز ہرگز مسلسل گفتگوں حصہ کے فرمودات نوٹ کرنے کے لئے متحرک رہتا مگر میری دماغی کیفیت عجیب ہوتی تھی۔ وہ تقریر کیا ہوتی تھی۔ یوں جیسے دریا کی روانی۔ بہاؤ۔ اور مسلسل بہاؤ۔ کوئی پھیرا کوئی روکاؤ نہیں۔ بغیر کے بغیر سوچے میرا محبوب روزانہ حیرت کے گورہ آبدار لٹھانا جلا جاتا تھا۔ میرا ہاتھ تو ان عمل و گہر کہ سمیٹتا چلا جاتا تھا لیکن دماغ مسمریزم کے معمول کی طرح مسکور و ساکت رہتا تھا۔ اور سمجھتا رہتا تو ہمیشہ یہی محسوس کیا کہ صرف لفظی اس رفیع المنزلت کا تھا ورنہ درحقیقت الفاظ خدا کے ہوتے تھے۔ میرے ندیم! تو شک میں کیوں پڑ گیا؟ ذرا کہو تو کسی انسان سے ۱۲۰ الفاظ فی منٹ کی رفتار سے بغیر سوچے۔ بغیر زور کے نظر کر کو گفتگوں جاری رکھ کے دیکھا دے! میرے ندیم! یاد میں تو بے شمار ہیں لیکن اس وقت تو صرف اپنے محبوب مطاع کے حضور گلگائے عیبت کا حقیر نذرانہ پیش کرنا مقصود تھا۔

اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں اس پر اور اسی کے خاندان پر اور اس اولاد پر۔ اور اس کے خدام پر۔ آمین

عہدِ خلافتِ نابزہ کا ایک نئے سرے کا نامہ

جماعتی تنظیم و استحکام

ایک عظیم اور المناک سانحہ

وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت انسان جو اتحاد و دہریت کے اس پُر آشوب زمانہ میں بنی نوع انسان کے لئے اس تاریخی کا پیغام لے کر آیا اور اپنے مسیحی نفس کی برکت سے دو عالمیت کی تشریح اور جاں بلب رحوں کو سیراب کر لیا۔ وہ جو اپنے سینے میں اسلام کا حقیقی درد اور تڑپ رکھتا تھا۔ جس کی آنکھیں اسلام اور ملتِ اسلام کی زلیں حالی کا نظارہ کر کے خدا سے قادر و قویٰ کے حضور اشکبار ہو جاتیں اور انہیں امتِ مسلمہ کی اس بے بسی کا احساس کر کے پارہ پودہ ہر بانگِ پال دی میلوں و مسیح (خداہ لفظی وردی) سے خدا نے اس زمانے کا کارگزار امام بنا کر مبعوث فرمایا اور...

میں نے سرسائیں یادیں محمد کے لئے ذرا اس کی المناک و نانات کے ساتھ نصیبہ کو چشمِ نقور میں لائے۔ آف کتنا دردناک تھا وہ منظر جس نے ایک سنگدل قلم نگار کو ان کی کو بھی آنسو بہانے پر مجبور کر دیا سو گوارا اور علیگن انسانوں کا ایک بھوم تھا جو ایک عرصہ تک اس مقدس انسان کی زہد آفرین صحبتوں سے فیضیاب ہوا۔ مگر اب اپنے روحانی باپ کو بہائی پر ایک یتیم بیٹے سے ہار بیچنے کی طرح بلکہ بک کر رہا تھا۔ بشیرا کر بنا کہ اور وہ وزینتیں اس سانحہ غیبیہ کی تاب نہ ل کر رفتی آسمانی ہی گورخ رہی جیتیں اور ہزاروں نگاہیں اس ناقابلِ پروا شرت حادثہ پر خڑائے ذوالعرش کی حوسمی تابید و اندازتہ کی ملتی و ملتی گار جیتیں الغرض کہ تھی نیوس کن اور آزارناکوں سے پھر مٹی وہ گھڑی جس کے احساس ہی سے میدانوں کے دماغ جماعت کی آئینہ تنظیم اور اس کی شیرازہ بندی کی فکر میں غمگین نظر آتے۔

ایک مفقود کی تلاش

مگر دیکھنے والوں نے اسی پس منظر میں ترقیاتی و غذا نیت کا ایک عجیب نظارہ بھی دیکھا اور بظاہر ایسے کن وقت میں امید کی ایک کرن بھی انہیں نظر آئی۔ اس وقت تک...

خوشنید احمد انور

برآئینہ اشکبار اور ہر دل سوگوار تھا، ایک معصوم اور نوجون جو سب سے جدا اور تمام قسم کے فکر و آلام سے بے نیاز اپنے مقدس باپ کے سر ہانے کھڑا تھا اور اس کی معصوم زبان کمال عزم و حوصلہ کے ساتھ اپنے رب کے حضور یہ عہد و پیمان کر رہی تھی کہ

بھڑا اگر تمام جماعت اس ابتلا کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جائے اور ساری ہی جماعت مرتد ہو جائے تب بھی میں اس صداقت کو نہیں چھوڑوں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لئے اور اس وقت تک زاپ کے مشن کی تبلیغ جاری رکھوں گا جب تک کہ وہ صداقت دنیا پر قائم نہیں ہو جاتی

آسمانی بشارت

میں نے یہ معصوم بچوں اور مقدس باپ کا یہ بے مشر نرزدہ دی پیر موعود تھا جس کے بارے میں خدا کے جی دیتوم نے قبل از وقت یہ پر شوکت بشارت دی تھی کہ

... نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مسح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ بلند جلد پڑھے گا اور زمین کے کن روں تک شہرت پائے گا اور تو میں اس سے برکت پائیں گی

(سبزا شہنشاہ)

مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرزندِ ارجمند نے کہاں تک اپنے عہد کو نبھایا اور اپنے باون سالہ باریک عہدِ خلافت میں جماعتی تنظیم و استحکام کی غرض سے کیا کیا عظیم الشان کارہائے نمایاں سر انجام دیے اور تقییل کو اس موقع پر مختصر بیان کرنا میرا مقصود ہے۔

استحکامِ خلافت

نظامِ خلافت اور اس کا استحکام ہر مذہب اور الہی جماعتوں کی بنیاد کے لئے کئی امتیاز رکھتے ہیں، اس کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے اسلامی تاریخ کا کسی قدر مطالعہ کیا ہے۔ درحقیقت ہی ایک بنیاد

ہے جس پر آگے چل کر الہی سلسلوں کی تنظیم اور ان کے استحکام کی عمارت تعمیر ہو سکتی ہے۔ آپ خلافتِ راشدہ اور اس کے معا بعد وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا بخیر مطالعہ کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ دراصل یہی وہ نعمت تھی جس کی بدولت مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد رہا اور ایک عظیم عالمی قوم ہونے کی حیثیت سے انہوں نے دنیا کو مذہبی علمی تمدنی اور اخلاقی اعتبار سے متاثر کیا۔ مگر جو بھی خلافتِ اسلامیہ ملکیت کے رنگ میں رنگین ہوئی کیا دینی اور کیا دنیوی ہر اعتبار سے مسلمانوں کے تمام رفتہ رفتہ تنزل و انحطاط کی طرف لٹھے گئے۔ اور آج دنیا کے اسلام جس کس میری اور عظیم دستم کا شکار ہو رہی ہے وہ ہمارے لئے عبرت ناک بھی ہے اور سبق آموز بھی۔ آج کا ذی علم مسلمان کس شدت سے اور غمناکی کی کمی کو محسوس کر رہا ہے اور کس حد تک اس سے لگا یا جا سکتا ہے کہ شریکی کی برائے نام خلافت کے خاتمہ پر اقبال جیسے عظیم مدد کرنے آئندہ ہائے اور سب روشنائی میں اچھے خلافت کیلئے تحریک بنام تحریکِ خلافت چلائی گئی۔

اس اعتبار سے سیدنا حضرت المصلح الموعود کا یہ کارنامہ تمام کارہائے نمایاں سے زیادہ اہم اور بنیادنی اہمیت کا حامل ہے کہ آپ نے مسندِ خلافت پر منتخبن ہوتے ہی اس کے استحکام اور ثبات کی طرف توجہ دی۔ حضور نے اپنے عمل اور تصانیف و تعالیم کے ذریعہ نظامِ خلافت کی ضرورت و اہمیت اور اس کے برکات و فیوض کو اس قدر واضح اور بین کر دیا کہ آج ہمارے سلسلے مسندِ نبوت کے بعد اس سے زیادہ واضح اور کوئی مسئلہ نہیں۔ اور آج ہم علی الاعلان یہ کہہ سکتے ہیں کہ جماعت احمدیہ اور خلافت دونوں لازم و ملزوم چیزیں ہیں اور ان کے منسلک و ملازم ہیں۔ لہذا جماعت کے افراد میں نظامِ خلافت کو راسخ اور مستحکم بنانے کے لئے حضرت المصلح الموعود نے افراتجہات کو باریک اس قسم کی تعلیمیں فرمائی کہ

”اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافتِ حقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو

منتفع کرو تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دنیا میں اور بھی اویسی کرے اور اس جہان میں بھی اویسی کرے“ (الصفحہ ۲۰، مئی ۱۹۵۷ء)

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے بشارت احمدیہ کو خلافت کے ذریعہ ایسا مضبوط اور مستحکم کر دیا کہ سینکڑوں ابتلاؤں اور شور و شعلوں کی آندھیلوں کے باوجود پھر کوئی طاقت اسے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکی۔ خود حضور نے اپنے لئے خلافتِ نبوت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:۔

”پس میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے، اچھے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہوگا تو اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر دیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی“

(تقریر علیہ سالانہ ۱۹۵۷ء)

اندرونی و بیرونی فتنوں کا انسداد

اس ضمن میں آپ کا دوسرا عظیم اور سنبھرا کارنامہ داخلی و خارجی فتنوں کا انسداد ہے۔ تاریخی حضرات! یہ ایک خدائی قانون ہے کہ الہی جماعتوں کو مزید ترقیات سے روکنا کرنے کے لئے ہر زمانہ میں اندرونی و بیرونی فتنوں کا ظہور ہوتا رہا ہے اور یہ سچ ہے کہ کسی جماعت کی تنظیم و استحکام کا صحیح اندازہ ہی تبھی لگا یا جا سکتا ہے جب وہ اس قسم کے فتنوں سے بے نیاز ہو کر اپنے اصل مقصد میں کوشاں رہے۔ ان کی حالت تو اس امر کی آئینہ بتاتی ہے کہ

تذنی باء مخالف سے نہ بھرا ہے غدا یہ توجہی سے تجھے اویسی کرنے کے لئے

خلافتِ ثانیہ کے با برکت دور میں ہی اس قسم کے متعدد فتنے رونما ہوئے اور بے شمار مخالفت کی آندھیاں چلیں مگر حضور کی خداواد ذہانت اور دونوں اعظم قیادت کے طفیل اس غریب اور سٹی بھر جماعت نے ہر موقع پر ان فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ہر آن جماعتی تنظیم کو قائم رکھے اور شیرازہ ملی کو محفوظ رکھنے کی بھر پور کوشش کی چنانچہ ۱۹۱۱ء کے عظیم اور ہولناک ابتلا کے بعد مسلمانوں نے فتنہ برپا کیا۔ احرار نے جماعت اور اس کے مندس امام کے خلاف اشتعال انگیزئی کی ایک خطرناک ہم چلائی مگر بالآخر ناکام رہی۔ مصری فتنہ اٹھا اور جماعت کے شیرازہ کو کھینچ نہ سکا۔ ملکی تقسیم کے وقت جماعت کی اکثریت کو جماعت کے دائمی مرکز سے جانا پڑا مگر خلافت ہی کی برکت تھی کہ انہیں ایک دوسرے مرکز میں پھر سے جمع کر دیا۔ ۱۹۵۳ء میں پھر مخالفین احمدیت نے اپنے مزاحمتی اور

نور حق کو بچھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا
مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت
کو ہر شر سے محفوظ رکھا۔ ایسے ہی ایک موقع پر
حضور نے معاندین حق و عدالت کو ان الفاظ
میں لڈکارا کہ

”تم سارے مل جاؤ اور دن رات
مضبوطے کرو اور اپنے مضبوطوں کو کمال
تک پہنچا دو۔ اور اپنی ساری طاقتیں
جمع کر کے احمدیت کو مٹانے کے لئے
مل جاؤ پھر بھی یاد رکھو تم سب کے سب
ذلیل اور سواپوک مٹی میں مل جاؤ گے
تباہ و برباد ہو جاؤ گے اور خدا مجھے اور
میرے جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا
نے مجھے جس راستہ پر رکھا کیا ہے
وہ فتح کا راستہ ہے اور جو تسلیم
مجھے دیا گیا ہے وہ کامیابی تک
پہنچانے والا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء)
الغرض متعدد حضرات اور ہلاکت خیز طوفان
اٹھے مگر کشتی احمدیت کا بیڑا خدا بڑی ہمدردی
اور جرات و دلیری کے ساتھ احمدیت کی ناک کو اٹکے
ہی آگے بڑھا تا رہا۔ اور خدا کے ہاتھ کا لنگیا ہوا
یہ لپٹا واپردان چڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ مولانا
ظفر علی خاں جیسے شدید مخالف بھی یہ کپڑے پر
مجبور ہو گئے کہ:-

”یہ (جماعت احمدیہ) ایک شاندار
درخت ہو چلا ہے۔ اس کی شاخیں ایک
طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ
میں پھیلی نظر آتی ہیں“
(اخبار زمیندار ۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

مرکزی تنظیم و استحکام

حضرت فاروق ثانی فضل عمر کا تیسرا
تجربہ العفوی اور درخشندہ تنظیمی کارنامہ جماعت
کی شیرازہ بندی اور تنظیم ہے۔ علامہ قتال
نے کہا تھا کہ

فرد قائم ربط ملت سے تہنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور سپرد زنیہ را کچھ نہیں
اس شعر کی اگر جیتی جاگتی تصویر اس زمانہ میں پیش
کی جا سکتی ہے تو بس احمدیہ جماعت کی اس
تنظیم ہی ہے۔

صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد کو سیدنا حضرت
سیح مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں رکھی جا چکی
تھی جو محمد و قسّم کا کچھ کام کرتی چلی آ رہی تھی
مگر سیدنا حضرت مصلح الموعود رضی اللہ عنہما نے
احمدیہ کی کارکردگی اور معیار افاضیت کو زیادہ بلند
کرنے کے لئے ۱۹۱۹ء میں نئے ڈھنگ سے
اس کی تشکیل فرمائی اور مختلف اقداروں کی شکل
میں اس کے مفروضہ کام کی تقسیم فرمائی۔ اس
مرکزی نظام کے استحکام کے ساتھ ہی سنبھرنے
مقامی جماعتوں کی تنظیم اور مرکز سے ان کے

روابط کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے لوکل
انجمنیں یا مجالس عاملہ قائم فرمائی جس میں افراد
پرینڈیٹ اور صدر انجمن کے اہم شعبوں کی طرح
انگ انگ سیکرٹریاں کا تقرر فرمایا تاکہ جماعت
کے افراد جہاں بھی رہیں ایک باقاعدہ تنظیم کی
سہولت میں منسلک رہیں۔ اور سب کے سامنے
ایک معین لائحہ عمل رہے۔ غرضیکہ آپ نے مرکزی
تنظیم کو اس قدر مضبوط و مربوط کر دیا کہ ایسے
تو اپنے بیگانے بھی اس کا لوہا مان گئے

ذیلی تنظیموں کا قیام

بھارتیہ نیشنل عمر نے جہاں جماعتی تنظیم کو
مضبوط بنانے کے لئے مرکزی نظام کو زیادہ
وسیع اور مستحکم بنایا وہاں جماعت کے مختلف
طبقات کی موثر رنگ میں تربیت کرنے اور انہیں
مستقبل کی اہم ذمہ داریوں کے عہدہ برآ کرنے
کے قابل بنانے کے لئے حضور نے مختلف تربیتی
تنظیمیں جاری فرمائی جن کا مختصر تعارف یہ ہے
لجنہ مامعہ اللہ۔ حضور رضی اللہ عنہ
نے احمدی مستورات کی تنظیم و تربیت کے لئے
لجنہ اماد اللہ کا قیام فرمایا۔ تربیت اولاد کی جو
ذمہ داری ماؤں پر عاید ہوتی ہے وہ کسی سے
خفی نہیں۔ یہ تنظیم مستورات کو اس فرض کے
بطریق احسن انجام دینے میں مدد دیتی ہے
ناصرات الاحمدیہ۔ آج کی بچیاں
کل قوم کی مائیں ہوں گی۔ اور ان پر مستقبل
عین قوم کی طرف سے ذہنی ذمہ داریاں عاید ہوں
گی جو لجنہ اماد اللہ پر عاید ہوتی ہیں۔ لہذا
ان کو لجنہ اماد اللہ کا بہترین وجود بنانے کے
لئے حضور نے ناصرات الاحمدیہ کے نام سے ایک
علیحدہ تنظیم قائم فرمائی۔

الضاد اللہ۔ اسی طرح جماعت کے
بزرگوں کی تربیت و تنظیم کے لئے مجلس
الضاد اللہ قائم فرمائی جس کے فرانس میں ہی
نسل کی تربیت و نگرانی بھی شامل ہے۔ یہ
جماعت کے ان بزرگوں کی تنظیم ہے جن کی
عمر چالیس سال سے متجاوز ہو۔ اور یہ اسی
بارکت تنظیم کا نتیجہ ہے کہ اس کے طفیل
جماعت کے بوڑھے بھی جوان بنے ہوئے ہیں۔
حضانہ الاحمدیہ۔ پچھ پندرہ سال سے
اد پر اور چالیس سال کی عمر سے نیچے والے
طبقات کی تربیت کے لئے مجلس مدام اللہ
کا قیام فرمایا۔ جس نے مختلف مواقع پر اہم
ملی اور وفاقی کارنامے سر انجام دیے اور
تمام کے سجدہ طہنت نے ان کی خدمات کی بر ملا
تقریب کی۔ یہ تنظیم خدام کو بہترین انعام
بنانے میں کوشاں ہے اور یہ نام ہرگز انہیں
یہ بات یاد دلانا رہتا ہے کہ وہ خدام ہیں
مخدوم نہیں۔
اطفال الاحمدیہ۔ اسی طرح حضور
کی دور بین نگاہوں نے اس حقیقت کو بجا نہ چھوڑا

کہ ” طفل امروز قائد فردا“ یعنی آج کا بچہ
ہی کل قوم کا قائد و رہنما ہے گا۔ چنانچہ عمر
مردوزن اور نوجوان بچوں کیوں کے علاوہ
احمدیت کے نو عمر، نوجوان اور نوجوان فرزندوں
کی ایک علیحدہ تنظیم قائم فرمائی۔ اطفال الاحمدیہ
سات سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچوں ہی
کی تنظیم کا نام ہے جو انہیں بہترین خدام
بننے میں مدد دیتی ہے۔

الغرض یہ تمام ہر لحاظ سے مکمل و مضبوط
تنظیمیں ہیں جو جماعت کے تمام طبقوں میں صاحب
ذمہ داری پیدا کرنے اور انہیں اپنے فرائض کو
بطریق احسن انجام دینے کے قابل بنانے کے
لئے کوشاں ہیں۔ حضرت فضل عمر کا یہ ایک
ایسا قابل تحسین کارنامہ ہے جس کی مدد پر
دوست دشمن نے دی۔ فرائض فصل ما
مشہدات بہ الاعداء۔ چنانچہ ایک مخالف
اور نہایت ہی متعصب جریدہ اس طرح رقمطراز
” عیسائیوں کی جماعت، جماعت کی
گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ احمدی
جماعت کا نظام ایک مضبوط و مضبوط
گورنمنٹ کے نظام کا مقابلہ کر سکتا
ہے۔ اس کے ہر شعبہ میں اس قدر
باقائیدگی، مضبوطی و داری اور اصولی رستی
ہے جس سے نہ تو نوجوانوں کے مختلف
شعبوں میں بڑا کرتی ہے لجنہ اماد اللہ
کی جس قدر کارگزاریاں اختیارات ہیں
چھپ رہی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے
جہل و حدیہ کی آئینہ نسلیں موجودہ کی
نسبت زیادہ مضبوط اور پر جو خوش
ہونگی اور احمدی عورتیں اس میں جن کو
ہمیشہ تازہ رکھیں گی (ذیچہ اخبار ۱۱/۱۱)

مجلس مشاورت کا قیام

مرکزی اور تربیتی نظاموں کے علاوہ جماعتی
تنظیم و استحکام کو اور زیادہ موثر بنانے کے لئے
حضرت مصلح الموعود رضی اللہ عنہما کا پانچواں سنبھار
کارنامہ مجلس مشاورت کا قیام ہے۔ اسلامی تاریخ
میں قومی امور کو باہمی مشورہ سے طے کرنے کی
جس قدر تلقین کی گئی ہے وہ اہل علم سے پرشیدہ
نہیں۔ حضرت سیح مہدی علیہ السلام اور حضرت
علیہ اولیٰ نے کے زمانہ میں گو باقاعدہ مجلس شوری
قائم نہ تھی تاہم چالیس سالانہ کے ایام میں ہی
جماعتوں کے خلیفہ خدا سے مشورہ سے لیا جاتا
تھا۔ ۱۹۳۲ء میں حضرت نے جماعتی تنظیم و
استحکام کے لئے اسے باقاعدہ قائم فرمایا اور
جماعت کے مختلف طبقوں کو نمائندگی کا حق دیا۔
اس کی بدولت افراد جماعت میں احسن ذمہ داری
اور خدمت اسلام کا جذبہ پیدا ہونے میں مدد ملی
رہی ہے۔ تبلیغ اسلام کا جائزہ۔ اس راہ میں
بیش آنے والی مشکلات کا حل تلاش کرنا۔ آمد
خرچ کا بجٹ پاس کرنا اور نئے سال کا لائحہ عمل

تجویز کرنا اس مجلس کے اہم فرائض میں شامل ہے
یہی وہ جماعتی تنظیم و استحکام کا جس نے
جماعت کے بڑے سے بڑے دشمن کے دل میں
بھی اپنی دھماکہ مچھوای۔ اور ملکہ احمدیہ
افضل حق بھی جو کوشش زمانہ میں جماعت احمدیہ کی
ایمنٹ سے اڑنے لگی تھی اسے بند بائگ و جوسے
کیا کرتے تھے۔ بالآخر یہ گھنڈہ بوجھ ہو گئے کہ
” جس قدر زور پورہ اجراء کی مخالفت میں
قانون خریج کر رہا ہے اور غلطیوں کی
دماغ اس کی پشت پر ہے۔ یہ سب وہ بڑی
بڑی سلطنت کو بھی بل بھر رہا ہے۔ ہم
کرنے کے لئے کافی ہے“
(اخبار مجاہد ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء)

قیام تحریک جدید

جماعتی تنظیم و استحکام کو زیادہ سے زیادہ وسعت
دینے کے لئے آپ کا چھٹا اہم نشان اور
سنبھری کارنامہ جو حقیقت آپ کے دور زور
کا عظیم ترین کارنامہ ہے تحریک جدید جماعتی
بالنشان تحریک کا اجرا ہے۔ ۱۹۳۲ء میں
حبیب احمد سے بزم جہاد قادریان کی ایمنٹ سے نیکو
دینے کا ارادہ۔
سے چھپ کر ایک تنظیم اور بارکت تحریک کی
بناہ ڈالی۔ جس نے چند سالوں میں ہی
کی عظیم طاقت کو پیش پیش کر دیا اور معاشرتی
استقام کے چھکے چھڑا دئے۔ اس تحریک کی
غرض و غایت حضور نے یوں بیان فرمائی ہے:-
” تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا
ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہمارے پاس
اپنی رقم جمع ہو جائے جس سے خدا تعالیٰ
کے نام کو دنیا کے کناروں تک آسانی اور
صہوت کے ساتھ پہنچایا جاسکے“

ذیچہ جمعہ ۷ نومبر ۱۹۳۵ء
اور یہ ایک بارکت تحریک کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے
مشق عیسائیت کا طلسم توڑنے اور دنیا کو اسلام کے
شیریں چشمہ سے سیراب کرنے میں مصروف ہیں اور
اس وقت تک دنیا بھر کے ممالک میں، علمائے طاقتہ اللہ
کے سٹے قریباً چار ہزار مساجد تعمیر کی جا چکی ہیں
اور نئی نسل کو مادیت کے زہریلے اثرات سے
بچانے کے لئے مساجد احمدیہ سکولوں اور کالجوں
کے ذریعہ اسلامی تریاق مہیا کیا جا رہا ہے اور
اس روحانی نظام اسلام کو وسیع تر کرنے کیلئے
دنیا کی مختلف زبانوں میں جس کے ذریعہ انبیا
ورس کی جاری ہیں۔ اور ساری دنیا کو حضرت مصلح
کے جذبہ سے نئے لانے کے لئے دنیا کی تمام بڑی
زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرنے کا بڑا
تیر عمل ہے اور اب نئے نیا کی چودہ زبانوں میں تراجم
ہو چکے ہیں۔ اور لاکھوں کی تعداد میں شریعت
اللہ تعالیٰ احسنہ کی قائم فرمودہ اس نظام کو
مضبوط تر بنانے اور میں ان پر دل بانے لکھنے
کی توفیق دے اور حضور پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے آمین

پر کھڑے ہو کر علیؑ کو پیرا کر کے اسے انار سے
 اعتراضات کا جواب دیا اور ان اعتراضات کا
 مدلل اور مستدل رد فرمایا ہے کہ اس کی نظیر
 تیرہ سو سال میں دکھائی نہیں دیتی۔ اس سلسلہ
 میں حضرت کی تصنیف لطیف "اسلام میں
 اختلافات کا آغاز" میں حضرت عثمان کے دور
 خلافت میں پیدا ہونے والے فقہوں کا تذکرہ
 کیا گیا ہے اور باہدایت ثابت کیا گیا ہے کہ
 خلافت راشدہ میں پیدا ہونے والے فقہوں
 کی ذمہ داری نہ تو خلفائے راشدین پر عاید
 ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے ذمہ دار صحابہ کرام
 تھے۔ بلکہ یہ سب فقہی مسائل اور فروع در
 فریح اسلام میں داخل ہونے والے فقہی مسئلے
 اور ان نو مسلموں اور غیر مسلموں کی شہادت اعداء
 کا نتیجہ تھے۔ اور کچھ دوسری وجوہات بھی تھیں
 جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

یہ تصنیف درحقیقت حضورؐ کی ایک
 جہرہ آواز تقریر ہے جو حضورؐ نے اوائل زمانہ
 خلافت میں "ماریٹس ہسٹریکل سوسائٹی اسلام" کے
 کالج لاہور کے ذریعہ اہتمام کی بزمہ کے مجمع میں
 بیان فرمائی تھی اور جسے بڑے بڑے مدبرین اور
 تاریخ دان اس تقریر پر غور و فکر کرنا شروع
 کیا۔ اس تقریر کو لاہور کے کتب خانے میں
 محفوظ رکھا گیا اور اس کی اشاعت بھی حرم
 سید عبد القادر صاحب رحمہ اللہ سے ہوئی۔
 تاریخ اسلام کا کالج لاہور میں آئی۔ یہ تصنیف
 اسی تصنیف کی تفسیر تھی جو فرماتے ہیں۔

دوسرا محاذ

دوسرا محاذ جماعت احمدیہ میں قائم ہونے
 والی خلافت علیؑ منہاج النبوت کو استحکام
 اور دوام بخشنے کا ہے۔ حضرت ائمہ نے اس
 سلسلہ میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے
 ہیں ان میں سے نمایاں حیثیت اس بات
 کو حاصل ہے کہ حضورؐ نے آئندہ آنے والے
 خلفاء کرام کے راستوں میں جو کارہائے پیدا
 ہو سکتی تھیں ان کا دلوں کا پورا طرح نفع متع
 فرما دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کے عہد خلافت
 میں ہی بعض "اکابر" نے خلافت احمدیہ کے
 مستحق رشتہ داریاں شروع کر دی تھیں لیکن
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث خلافت
 علیؑ منہاج النبوت میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ
 کے موقع پر خلافت کے دوام کی طرف اشارہ
 کیا گیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام
 نے "الوصیۃ" میں "داعی" کا لقب بالوصی
 استعمال فرمایا تھا۔ اور اس کا سہرا دراز
 سے مسیح موعود کے حسن و احسان میں نظیر
 المصلح الموعود کے سر بندھنے والا تھا اسلئے
 عین عطف و انساب میں ہی سیدنا محمودؑ
 نے باغبان خلافت کی سرکوبی شروع فرمادی
 تھی۔ آخر خلافت ثانیہ کے انتخاب کے موقع پر
 "علیؑ تھے۔" سے باہر نکل آئی اور "مگرین خلافت
 نے ایک مستقل محاذ قائم کر لیا اور پوری
 شدت کے ساتھ خلافت ثانیہ پر تیر سنانے
 شروع کر دئے۔ لیکن برکات خلافت کا وہ
 راز جسے قرآن وحدیث نے بیان فرما دیا تھا
 اور صحابہ کرام کے دوسرے اجماع میں بھی اس
 کا تاثر و تفسیر ہو گئی تھی۔ اب اس راز کو
 کمال انکشاف کے بعد دوام حاصل ہونے
 والا تھا۔ بعد اس کے کہ وہ تیرہ سو سال کے
 دین پروردوں میں مستور ہو چکا تھا۔ اسلئے
 خلافت ثانیہ میں پیدا ہونے والا ہر اندرونی
 اور بیرونی فتنہ مسلک خلافت کو زیادہ واضح
 مبرہن اور مستحکم کرنا چلا گیا۔ اور آج سیدنا
 المصلح الموعود صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام ختم کر کے
 اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے ہیں جو جماعت
 احمدیہ اس شان پر ناز ہو چکی ہے کہ جس
 طرح بے شکہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کا ہر فرد
 و ذمہ سچ کے بھی جوں جوں سکنا۔ اسی
 طرح اس مرتد جماعت کا ہر فرد اسی
 یقین پر قائم ہے کہ خلیفہ خدا بنا یا کرتا
 ہے اور دنیا کی کوئی طاقت خلیفہ راشد کو
 محضول نہیں کر سکتی۔ اور یہ جماعت مسلک
 خلافت اور دوام خلافت کو کبھی محضول
 نہیں سکتی۔ اور اس کے لئے جماعت اپنی
 جان مال اور عزت ہر وقت قربان کرنے
 کے لئے تیار رہتی ہے۔ اور یہ سب کچھ
 درحقیقت اہدیت استخلاف کے اثرات و بیوغ
 کا نتیجہ ہے۔

ایک حیدر واقعہ

اس موقع پر ایک چشم دید واقعہ بیان کر
 دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ مجلس علم و عرفان
 قادریان دارالامان جوئید نماز مغرب مسجد
 مبارک میں منعقد ہوا کرتی تھی اس میں باہر
 سے آنے والے مہمان اکثر حضرت ائمہ
 کے مصافحہ سے شرف یاب ہوا کرتے تھے
 اور حضور انورؑ نہایت لطیف اور ایمان افروز
 پیرایہ میں عرفان و حکمت کے موتی بکھیرا
 کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم یاغیر احمدی مہمان
 نے سوال پیش کیا کہ جب کہ اللہ تعالیٰ
 اپنے بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے تو یہ
 باڈی گارڈ آپ کی حفاظت کے لئے کیوں
 مقرر کئے گئے ہیں۔

حضور انورؑ نے فرمایا کہ بلاشبہ ہمارا عقیدہ
 ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی
 حقیقی حفاظت فرماتا ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ
 کسی قوم پر یا فرد پر کوئی انعام نازل فرماتا
 ہے تو اس انعام کے قیام و بقا کے لئے
 ذمہ داری بھی اسی کے مطابق اس قوم پر
 ڈالی جاتی ہے۔ اور اگر وہ خود یا قوم اپنی
 ذمہ داری کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتی ہے
 تو وہ انعام اس سے چھین جاتا ہے۔ پس
 جماعت احمدیہ خلافت کو بہت قیمتی خزانہ
 یقین کرتی ہے اسلئے وہ اس انعام کو
 زیادہ دیر تک قائم رکھنے کے لئے سعی و
 حفاظت تہذیب پر عمل کر کے اپنی ذمہ داری
 کا ثبوت دیتی ہے اور کسی چیز کی حفاظت
 اس کی اہمیت کے مطابق ایک ذی عقل
 انسان کیا کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ امر بھی قابل توجہ ہے
 کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے بعد کے بعد دیگرے تین خلفائے راشدین
 دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور بعد میں
 یہ انعام بھی ایک لمبے عرصہ کے لئے مسلمانوں
 سے چھین گیا تو کیا اس مہیب تجربہ کے
 بعد بھی مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں گی۔
 خلافت راشدہ کے قیام و بقا کے لئے
 ایمان بالخلافت رکھنے والے مومنین کی
 ذمہ داری کو تاریخی حقائق کی روشنی میں
 نے اس واقعہ میں بوری و عبادت کے ساتھ
 بیان فرما دیا ہے کیونکہ خلافت ایک نہایت
 پر عظمت قوی انعام ہے اسلئے ایمان بالخلافت
 رکھنے والے مومنین کا اولین فرض ہوتا ہے کہ
 وہ اس معاملہ میں پوری مہارت اور کوشش
 اور سہم سپر میں یہی وہ بیش قیمت انعام
 ہے جس کی یقین حضرت ائمہ کے لئے مسلمانوں
 علیہ السلام کے ذریعہ ایک مہنگی کی ہے
 طور پر رسالہ "الوصیۃ" میں کر دی گئی تھی۔

اس غیر متان کام کی تکمیل کیلئے ہمیں
 سنی کے ہاتھوں مفاد رقی جو حضورؐ کی ذمہ
 میں سچے سچے اور حضورؐ کے لئے صحافت
 کو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں فرماتا ہے۔

"سورۃ انعام کی قدرت تانی کے ارتقار
 میں اللہ تعالیٰ نے جو کارہائے
 چاہے کہ ہر ایک صاحب اختیار کی جماعت
 ہر ایک ملک میں آگے بڑھ کر دعائیں
 لگائے رہیں تا دوسری قدرت آسمانی
 سے نازل ہو اور ہمیں دکھا دے کہ
 اللہ تعالیٰ ایسا قادر خدا ہے۔"

(الوصیۃ ص ۱۰۰)
 چنانچہ تاریخ احمدیت سے ثابت ہے کہ
 انفرادی دعائوں کے علاوہ اجتماعی دعائیں بھی اس
 مقصد کے لئے جماعت نے کیں حضورؐ نے فرمایا
 "خدا اس لئے ضروری ہے کہ میں تیری
 جہالت کے لئے تیری ذمہ داری سے
 تھیں جو قائم کر دیں گا اور میں کو اپنے
 اور وہی ہے حضورؐ کو دیں گا اور
 اس کے ذریعہ ہی میں تیری کسب کا
 اور بہت سے لوگ سما کی نبوتی کرینگے
 سوالی ذمہ داری کے منتظر رہو"

(الوصیۃ ص ۱۰۰)
 یہ سب باتیں حضرت المصلح الموعود رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کی بظاہر ذات میں اظہر
 من الشمس ہو کر مشاہدہ میں آچکی ہے اور حضورؐ
 فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنی تمام
 ریحوں کو جو زمین کی مستقر آبادیوں
 میں آباد ہیں کیا اور یہ اور کیا ایشیا
 ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں
 توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں
 کو جو میں واحد پر تہذیب کو
 خدا تعالیٰ کا عقیدہ جس کے لئے
 میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس عقیدہ
 کی پیروی کرو گے نری اور اخلاق اور
 دعاؤں پر زور دینے سے جسے تک
 کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا
 نہ ہو سب مل کر کام کر دو"

(الوصیۃ ص ۱۰۰)
 چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ
 کے دور خلافت میں سب ہی کو کام کرتے رہے اور
 اللہ تعالیٰ نے ان کو جو تکمیل دوام خلافت کے لئے
 کھڑے ہوئے تھے ان کے حضورؐ کا دور خلافت پر طول
 ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے سب فرمودات حضورؐ
 کے ذریعہ پورے ہوئے اور حضورؐ نے خلافت کے تسط
 کا غیور ایمان کا نشانہ بظاہر ہی انہیں دیکھا اور اللہ
 دعاست کہ اللہ تعالیٰ سے اور ہر ایک کو
 خلافت راشدہ کے نہایت بزرگوار کے ساتھ
 ہمیشہ رہتے رکھے اور ہمیں کافی اطاعت کی فرماتا ہے۔

چند اخبار ختم ہوئے

مندرجہ ذیل خریداران اخبار بدر کا چند ماہ امان ۱۳۲۸ھ میں (مارچ ۱۹۶۹ء) میں کسی تاریخ کو ختم ہو رہا ہے۔ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اولین فرصت میں ایک سال کا چندہ مبلغ آٹھ روپے بھجوا کر ممنون فرمادیں تاکہ ان کے نام اخبار جاری رہ سکے۔ اگر ان کی طرف سے چندہ موصول نہ ہوا تو چندہ ختم ہونے کی تاریخ کے بعد ان کے نام اخبار بدر کا ترسیل بند کر دی جائے گی۔

امید ہے کہ اخبار کی افادیت کے پیش نظر تمام احباب جلد رقم ارسالی کر کے ممنون فرمادیں گے۔ ان احباب کو بذریعہ خط صحیح اطلاع دی جا رہی ہے۔

منجراخبار بدر قادیان

خریداری نمبر	اسماء خریداران	خریداری نمبر	اسماء خریداران
۱۰۳۷	مکرم سید محمد عقیل صاحب	۱۵۵۹	مکرم محمد یوسف علی خان صاحب
۱۰۹۶	ایس ای رضی اللہ صاحب	۱۶۱۲	سید بشیر احمد صاحب
۱۱۲۵	میسرز منیر اینڈ کو	۱۶۲۹	انوار محمد صاحب راٹھ
۱۱۲۷	عبدالحمید صاحب ناصر	۱۶۸۴	مکرم خدیج بیگم صاحبہ
۱۱۳۱	حجی احمد صاحب بھال	۱۸۱۵	مکرم غلام مصطفیٰ صاحب
۱۱۹۸	دلی محمد صاحب	۱۸۱۹	حکیم عبید اللہ صاحب رانجھا
۱۲۱۲	مولوی ریاض احمد خان صاحب	۱۸۲۰	چوہدری رحمت اللہ صاحب
۱۲۵۴	احمد عبدالرشید صاحب	۱۸۳۱	مولوی محمد اجمل صاحب
۱۲۷۹	سید محمد تونس صاحب	۱۸۳۶	حجی۔ اے۔ میر صاحب کشمیری
۱۳۰۰	پروفیسر مبارک احمد صاحب	۱۳۷۱	پی احمد علی صاحب
۱۳۸۵	محمد عبداللہ صاحب بی۔ ایس۔ سی	۱۸۹۴	بشیر احمد خان صاحب
۱۱۱۹	چوہدری شمس الدین صاحب	۱۹۶۱	احمدیہ مسلم مشن
۱۲۷۰	شاہ محمد شاہ صاحب	۱۹۶۷	مکرم مولوی نور الدین صاحب
۱۲۷۴	مکرم ہر النساء صاحبہ	۱۹۶۸	محمد عبداللہ صاحب
۱۲۵۸	نعیمہ حفیظ صاحبہ	۱۹۷۳	ایم۔ اے۔ ایاز صاحب

نشان موعود

بقیت ادارتہ مصلحہ

علیہ السلام کے اس منصب اور مرتبہ کو کم کرنے اور آہستہ آہستہ پھر خصوصیات احمدیت کو بھی چھوڑنے لگے۔

یہ ہے کسی قدر تفصیل میں موعود علیہ السلام کے بعد مصلح موعود کے کھڑا کئے جانے کی ضرورت و اہمیت کی۔ خدا تعالیٰ نے اس بہت بڑے فتنے اور بہت بڑے فساد کی اصلاح کے لئے ٹھیک وقت پر مصلح موعود کو کھڑا کر کے جماعت کو خلافت کی ایک مضبوط نشان پر محفوظ کر دیا۔ اور خوارق کے طریق پر ان لوگوں کی وہ مکملہ کوشش جس کے سبب جماعت احمدیہ سے اتمام خلافت ہی کو مٹا دینے کا منصوبہ بنا کر اٹھے تھے۔ یہ مصلح موعود ہی کی اولوالعزم بلند شخصیت تھی کہ اس زمانہ کے خوارق کی سرکوبی آپ ہی کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ اور اتمام خلافت کا بوش انداز کارنامہ حضرت مصلح موعود کے ذریعہ سر انجام پایا۔ اس سے مصلح موعود کی نشان نہایت دور بہ بلند ہو کر ہر قدر دان کے دل میں آپ کی عزت و توقیر قائم ہو جاتی ہے۔ اور بڑوں بڑوں زمانہ آگے بڑھتا جائے گا۔ یہ عزت و احترام کا جذبہ بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ انشاء اللہ

قادیان میں عید کی قربانیاں

دوست جلد اطلاع دیں

حسب سابق اس سال بھی عید الاضحیہ کے موقع پر بیرون جات کے احباب جماعت کی طرف سے قربانی کا باوقار ذبح کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ایسا کرنے سے ایک تو آسانی کے ساتھ ان صاحب کے ذمہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی قربانی کے گوشت سے قادیان میں مقیم احباب استفادہ کر سکتے ہیں۔

لہذا اس اعلان کے ذریعہ دوستوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے لئے قربانی کے جانور کی رقم جلد از جلد مجھے بھجوادیں تاکہ انتظام میں سہولت رہے۔ اس وقت قادیان میں قربانی کے جانور کی قیمت کم از کم بیچے روپے ہے۔

امیر جماعت احمدیہ قادیان

ضروری اعلان

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے لئے چند میٹرک پاس کلرکوں کی ضرورت ہے۔ خواہشمند احباب اپنی اپنی درخواستیں معہ مصدقہ سرٹیفکیٹ اور امیر مقامی یا پرنیڈنٹ جماعت احمدیہ کی سفارش کے ساتھ نظارت علیا کے نام بھجوائیں۔

سروس کمیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ کے گریڈز - ۴ - ۹ - ۲۰ - ۶ - ۱۶ - ۵ - ۱۳۰ دئے جائیں گے۔

ناظر اعلیٰ قادیان

محرم میاں عطاء اللہ صاحب سابق میرجا کا انتقال

محرم میاں عطاء اللہ صاحب دس سابق امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی چند سال قبل اپنے بچوں کے پاس کینیڈا چلے گئے تھے۔ ایک سال سے شدید بیمار تھے۔ آپ کا علاج درمیانی عرصہ میں امریکہ میں بھی کرایا گیا۔ لیکن مشیت الہی غالب آئی اور آپ نے اپنی جان ۲۷ مئی (جنوری) کو جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے صاحبزادے محرم و عطاء صاحب نے لکھا ہے کہ ۲۶ کو بخار اور کھانسی ہوئی۔ شفا خانہ لے گئے۔ بتایا گیا کہ مونہ ہے، دوامیں رہتے ہیں، گھر لے جائیں۔ تندرست ہو جائیں گے۔ لیکن چند لمحوں میں کھانسی اٹھی اور تقریباً ۲۷ کو کتبہ قلب بند ہو گئی۔ دو دن قبل کا آپ کی قلم سے نوشتہ مکتوب آپ کی ایک عزیز نے آپ کی وفات کا ذکر کر کے حوالہ ڈاک کیا۔ جس میں اپنے شدید سہمت اور علاجوں کے کارگر نہ رہنے کا ذکر تھا۔ آپ سلسلہ کے ایک فدائی، مفید اور مخلص فرد تھے۔ بعد تقسیم ک راولپنڈی کی امارت کے علاوہ تقسیم ملک سے قبل بھی کئی قسم کی خدمات سلسلہ کی آپ نے توفیق پائی تھی۔ احباب آپ کی محنت اور رفق و دربارت اور آپ کے اہل و عیال کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو میر جلیل کی توفیق عطا کرے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

خدا کی رحمت سے

لائیٹنگ الدین ایم۔ اے۔ مؤلف انجمن احمدیہ قادیان

نشادی کی ایک تقریب اور دعوت ولیمہ

قادیان ۱۰ تبلیغ - مقامی طور پر مورخہ ۳ بروز پیر محرم مولوی جلال الدین صاحب تیرا نیکر بیت المال کی نشادی خانہ آبادی کی تقریب عمل میں آئی۔ اور ۶ کو موہد کی طرف سے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا جس میں تقریباً ڈیڑھ صد مقامی احباب نے شرکت کی۔ بعد فراغت عمام محرم حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب فاضل امیر مقامی نے مقامی دعا فرمائی۔ یاد رہے کہ محرم مولوی جلال الدین صاحب تیرا کانکاح مورخہ ۱۷ کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں محرم امیر صاحب مقامی نے عزیزہ ثریا بانو صاحبہ بنت محرم خواجہ عبدالرزاق صاحب پرنیڈنٹ جماعت احمدیہ بھدر واہ کے ہمراہ بیوض دو ہزار روپے حق مہر پر پڑھا تھا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانین کے لئے باعث منہر ثمرات حسنہ بنائے آمین

(ایڈیٹور)

خط و کتابت کرتے ہوئے پرنٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں!

(منشی جبر)

سلسلہ احمدیہ میں نئے سال کا داخلہ

اجاب جماعت توجہ فرمائیں

جماعت کی تبلیغی و تعلیمی ضروریات کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مدرسہ احمدیہ کا اجراء فرمایا تھا۔ چنانچہ اس نہایت ہی بابرکت درگاہ نے خدا کے فضل سے جو قابل قدر اور عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں وہ اجاب جماعت سے مخفی نہیں ہیں۔ جماعت کی روز افزوں ترقی کے پیش نظر مبلغین کی ضرورت دن بدن بڑھ رہی ہے جسے پورا کرنے کے لئے اجاب جماعت ہائے احمدیہ بھارت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خدمتِ دین کی غرض سے مدرسہ احمدیہ میں داخل کرائیں۔

پہلی جماعت کا داخلہ عنقریب شروع ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں داخلہ فارم ۱۵ امان ۱۳۲۸ ہش مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۶۹ء تک نظارت ہذا سے حاصل کر کے اور اس کی خانہ پری کر کے یکم ماہ شہادت (اپریل) تک دفتر ہذا میں واپس موصول ہو جائے ضروری ہیں۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں :-

- (۱) - بچے کی سابقہ تعلیم پُر سیکنڈری یا کم از کم ٹیل تک ہونی لازمی ہے۔
- (۲) - بچہ اردو زبان بخوبی لکھ اور پڑھ سکتا ہو۔
- (۳) - قرآن مجید ناظرہ روالی کے ساتھ پڑھ سکتا ہو۔

نوٹ :- صدر انجمن احمدیہ نے اس سال بھی چار وظائف منظور فرمائے ہیں جو طالب علم کی ذہنی، اخلاقی اور اقتصادی حالت کو مدنظر رکھ کر دئے جائیں گے۔ خواہشمند اجاب تاریخ مقررہ تک فارم داخلہ پُر کر کے دفتر نظارت ہذا میں ارسال فرمائیں۔

۲۔ حافظ کلاس مدرسہ احمدیہ میں حافظ کلاس بھی جاری ہے۔ اس کلاس میں اس سال بھی موزوں طالب علم لئے جائیں گے۔ اس کلاس میں داخل ہونے والے بچے ذہین ہوں۔ اور قرآن مجید ناظرہ روالی کے ساتھ پڑھ سکتا ہو۔ دس بارہ سال سے عمر متجاوز نہ ہو۔ ہونہار اور مستحق طلباء کو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ خواہشمند اجاب جلد توجہ فرمائیں اور درخواستیں دفتر ہذا میں بھجوائیں۔

ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان

مصلح موعود کی تقریریں

جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی اطلاع کیلئے بیان کیا جاتا ہے کہ ۲۰ تبلیغ ۱۳۲۸ ہش (۲۰ فروری ۱۹۶۹ء) بروز جمعرات وہ مبارک دن ہے کہ جس دن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی نشانہ کے تحت مصلح موعود کی عظیم الشان بشارت کی پیشگوئی کا اعلان فرمایا جو اپنی پوری شان کے ساتھ عین وقت پر پوری ہوئی تمام جماعتیں اس دن کو اس کے شایانہ شان منائیں۔ جلسے کے اس مختلف پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالیں اور بڑی کو بھی دعوت دیکر اس عظیم الشان نشان آسمانی کی وضاحت کریں۔

ان جلسوں کے انعقاد کی تفصیلی رپورٹیں نظارت ہذا میں بھی بھجوائیں۔ امید ہے بھارت کی تمام جماعتیں اس بابرکت دن سے فائدہ اٹھائیں گی۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

مقامی مساجد کی تعمیر سے متعلق

ایک ضروری مسئلہ

بعض جماعتیں مقامی مساجد کی تعمیر کے لئے اخراجات اور اپنی ذات کا بھی اندازہ لگائے بغیر اور مرکز میں اطلاع دئے بغیر تعمیر کا کام شروع کر دیتے ہیں۔ اور یہ توقع رکھتی ہیں کہ حسب ضرورت مرکز اور دیگر جماعتوں سے انہیں مالی امداد حاصل ہو سکے گی۔ لیکن چونکہ مرکز اپنی مالی مشکلات اور بجٹ میں گنتیائیں نہ ہونے کی وجہ سے خاطر خواہ مالی امداد نہیں کر سکتا۔ اور بعض اوقات دیگر مقامی جماعتوں کے مرکزی چندہ میں کمی وغیرہ کے باعث انہیں بھی پستہ خاص کی تحریک کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے مقامی مسجد تعمیر کرنے والی جماعت کی ضرورت بروقت پوری نہ ہو سکے کی وجہ سے انہیں بالآخر ہوتی ہے۔ اور کام کو التوا میں رکھنا پڑتا ہے۔ اور یہ امر بعض اوقات غیر از جماعت لوگوں کی طرف سے بھی اعتراض کا موجب ہوتا ہے۔ لہذا صدر انجمن احمدیہ قادیان کے قواعد و ضوابط کے پیش نظر یہ مسئلہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ہر وہ جماعت جس نے مقامی مسجد کی تعمیر کے لئے مرکز یا دیگر جماعتوں سے امداد کی منظوری حاصل کرنی ہو، وہ تعمیر کا کام شروع کرنے سے قبل اخراجات کا صحیح اندازہ اور اس کے لئے مقامی جماعت سے فراہمی چندہ کی عین صورت وغیرہ سے اطلاع دیتے ہوئے درخواست نظارت ہذا میں بھجوا کر۔ تاکہ عمل کو آگے بجا کر دینے کے بعد مرکز فیصلہ کر سکے۔ اور جماعتوں کو جو وقت موجودہ صورت میں پیش آرہی ہے اس کا اتنا ہونے۔ امید ہے عملہ جماعتیں آئندہ مذکورہ امور کو ضرور ملحوظ رکھیں گی۔

ناظر بیت المال قادیان

سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ

کی کامیابی

پنجاب کے وسط امدنی جہاڈ میں مصلح قادیان سے سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ تقریباً سات ہزار روپوں سے جیت گئے ہیں۔ جماعت احمدیہ نے بھی انکسشن میں اپنی کو دوش دئے ہیں (نام لنگار)

پٹرول یا ڈیزل سے چلنے والے ٹرک یا کاروں

کے ہر قسم کے پرزہ جات آپ کو ہماری دکان سے مل سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنے شہر یا کسی قریبی شہر سے کوئی پرزہ نہ مل سکے تو ہم سے طلب کریں۔

پتہ نوٹ فرمائیں

سط ط ط
الو ریڈر لکھنؤ امینگو لکھنؤ کلکتہ

AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1

تار کا پتہ "Autocentra" { فون نمبرز } 23 — 1652
23 — 5222



For all your requirements

in RUBBER BOOTS

- STRAIGHT HOSES
- TROLLEY WHEELS
- EXTRUDED RUBBER SECTIONS
- RUBBER MOULDED GOODS
- RUBBERISED ROLLERS

AS PER CUSTOMER'S SPECIFICATION

PHONE 24-3272

GLOBE RUBBER INDUSTRIES
10, PRABHURAM SIRCAR LANE,
CALCUTTA-11